سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کی عظیم الشان پیشگوئیوں

پر

شکوک کا ازالہ

الناشر

افسر شعبہ دعوت و ارشاد احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس

لاہور پاکستان

بار اوّل

تعداد ایک ہزار

حضرت مسیح موعودؑ کے الہام بکرؓ و ثیبؓ پر ایک اعتراض

اور

اس الہام کی صداقت کا ناقابل تردید ثبوت

اعتراض کی بنیاد ایک غلط اصل پر ہے پیشگوئیوں کو سمجھنے کے لئے صحیح اصل

لاہور کے ایک اخبار میں حضرت مسیح موعود کے خلاف چند اعتراضات شائع ہوئے ہیں گو اکثر اعتراضات تو وہی ہیں جن کے جواب کئی دفعہ دیئے جا چکے ہیں۔ لیکن اس خیال سے کہ مبادا یہ اعتراضات بعض نئے ناواقف لوگوں کو سلسلہ احمدیہ کے متعلق غلط فہمی میں مبتلا کرنے کا موجب ہو جائیں۔ پیغام صلح میں ان کے جواب پھر شائع کئے جاتے ہیں۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم ان میں سے ایک اعتراض کے متعلق معترض نے لکھا ہے کہ وہ اعتراض ہے۔ جو آج تک کسی نے پہلے نہیں کیا۔ اور اسی وجہ معترض صاحب کو اپنے اعتراض پر بڑا ناز ہے۔ اور اسے وہ لاینحل سمجھتے ہیں۔ اس لئے میں پہلے اسی اعتراض کو لیتا ہوں۔ یہ اعتراض حضرت اقدس کے الہام "بکرؓ و ثیبؓ" پر ہے۔ یہ الہام سنہ ۱۸۸۱ء کا ہے۔ اس الہام کو درج کرنے کے بعد معترض صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب نے

۱۸۸۱ء میں اس الہام کے معنی کنواری اور بیوہ بیان کر کے یہ کہا تھا۔ کہ ان کے نکاح میں ایک کنواری اور ایک بیوہ آئے گی۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ کنواری تو بیشک آپ کے نکاح میں ۱۸۸۴ء میں آئی۔ لیکن ان کی زندگی میں کوئی بیوہ عورت ان کے نکاح میں نہیں آئی۔ اس لئے الہام کا وہ حصہ جو بیوہ کے ساتھ نکاح کے متعلق تھا پورا نہیں ہوا۔

میں تسلیم کرتا ہوں کہ حضرت مرزا صاحب کو ۱۸۸۱ء میں الہام مندرجہ بالا ہوا تھا اور میں یہ بھی تسلیم کرتا ہوں کہ حضور نے اس وقت یہی معنے بیان کئے تھے۔ اور یہ بھی درست ہے کہ کوئی بیوہ عورت حضور کے نکاح میں نہیں آئی۔ لیکن میں یہ تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں اور نہ کوئی واقف شریعت اور پیشگوئیوں کے متعلق سنن الٰہیہ سے آگاہ انسان تسلیم کرنے کے لئے تیار ہو سکتا ہے۔ کہ اس سے الہام کے غلط ہونے کا جو نتیجہ نکالا گیا ہے۔ وہ درست ہے۔ زیادہ سے زیادہ اس سے جو نتیجہ نکالا جا سکتا ہے وہ یہ ہے۔ کہ جو معنی اس الہام کے حضرت مرزا صاحب نے کئے تھے وہ درست ثابت نہیں ہوئے الہام اور ملہم کے بیان کردہ معنی میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ پیشگوئی خدا تعالےٰ کے الفاظ کا نام ہے نہ کہ ملہم کے بیان کردہ معنی کا۔ ملہم انسان ہے اور انسان خواہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو حتیٰ کہ خواہ حقیقی نبی بلکہ خاتم النبیین ہی کیوں نہ ہو جو تمام فیوض الٰہی کا واحد سرچشمہ ہیں۔ اس سے بھی غلطی کے سرزد ہونے کا احتمال ہے۔ نہ صرف احتمال بلکہ فی الحقیقت غلطیاں سرزد ہوئیں جیسا کہ عمرہ کے متعلق رؤیا اور لمبے ہاتھوں والی بیوی کے سب سے پہلے مرنے کی پیشگوئی میں لمبے ہاتھوں کے معنی کرنے میں حضرت نبی کریم صلعم کو بھی غلطی لگی تو حضرت مرزا صاحب جن کو قطعاً حقیقی نبی ہونے کا دعوےٰ نہیں بلکہ جو چشمہ نبوت محمدیہ علی صاحبہا الف الف صلوٰۃ والسلام سے فیض لینے والے اور حضرت نبی کریم صلعم کے غلام اور آنحضور صلعم کی ملت کے محض ایک خادم

ہیں۔ ان سے غلطی کے ارتکاب کو کیوں بعید از قیاس سمجھا جاتا ہے۔ اس لئے ان دو محکم اصولوں کو تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں اول یہ کہ ملہم کے بیان کردہ معنی تو غلط ہو سکتے ہیں اور یہ کہ اس غلطی سے پیشگوئی کی سچائی پر کوئی حرف نہیں آتا۔ دوسرے یہ کہ خدا تعالےٰ کا سچا الہام کبھی غلط نہیں ہو سکتا اس میں مندرج پیشگوئی خدا تعالےٰ کی اور اس کے ماموروں کی بیان کردہ شرائط کے مطابق ضرور پوری ہو کر رہتی ہے۔ وہ کبھی خطا نہیں جاتی۔

حضرت مرزا صاحب کی ایک پیشگوئی بھی غلط نہیں نکلی اور نہ نکل سکتی ہے

اور یہی حال سیدنا حضرت مرزا صاحب کے الہاموں میں بیان کردہ پیشگوئیوں کا ہے۔ ان میں سے ایک پیشگوئی بھی خطا نہیں گئی سب کی سب پوری ہوئی ہیں اور کیوں نہ ہوتیں۔ جبکہ وہ قرآن شریف اور محمد رسول اللہ صلعم کے کامل متبع ہونے کی وجہ سے خدا تعالےٰ کے سچے ملہم تھے اور خدا تعالےٰ کی طرف سے مبعوث بھی اسی غرض کے لئے کئے گئے تھے کہ مادہ پرست دنیا پر خدا کی ہستی اور اس کی صفت تکلم کے متعلق اتمام حجت کریں اور آیت قرآنی ھو الذی ارسل رسوله بالھدی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کله میں مندرجہ پیشگوئی کہ غلبہ اسلام بر دیگر ادیان مسیح موعودؑ کے ہاتھ سے ہوگا۔ تمام مذاہب پر ثابت کر دیں کہ سب مذاہب اب مردہ ہو چکے ہیں۔ صرف اسلام ہی ایک زندہ مذہب ہے۔ جس کے کامل پیرو خدا کے نبیوں کی طرح یقینی و قطعی مکالمہ و مخاطبہ کا انعام پاتے ہیں پس بدیں وجہ ان کے سب الہامات قطعی و یقینی ہیں۔ جن کا دامن شک و شبہ کی گندگی سے بالکل پاک ہے۔ اس لئے ان کے غلط ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا۔ باقی رہا ان کے بیان کردہ معنی، سو نہ تو اس کی صحت کے متعلق کبھی انہوں نے دعوےٰ کیا ہے۔ اور نہ ہی کبھی یہ کہا ہے۔ کہ الہام الٰہی انہی کے بیان کردہ معنی کے مطابق وقوع

میں آئے گا۔ بلکہ اس کے برعکس انہوں نے جابجا اپنی کتب میں اسی اصل کی طرف لوگوں
کو توجہ دلائی کہ جس طرح اُن سے پہلے راستبازوں کے وہ معنی جو وہ اپنے الہامات مشتمل
پر پیشگوئی کے کرتے رہے ہیں۔ بعض اوقات غلط ثابت ہوتے رہے ہیں۔ اسی طرح ان کے
بیان کردہ معنی بھی غلط ثابت ہو سکتے ہیں اس لئے اگر لوگ ان کے الہاموں کی سچائی کو پرکھنا
چاہتے ہیں۔ تو الہاموں کے الفاظ کو ہمیشہ سامنے رکھیں نہ کہ ان کے بیان کردہ معنی کو۔

اصل مندرجہ بالا حضرت مرزا صاحب کے اپنے الفاظ میں

چنانچہ اپنی کتاب تریاق القلوب تقطیع کلاں صفحہ ۱۶۲-۱۶۱ پر فرماتے ہیں۔

"لیکن اگر اس نادان معترض کے اعتراض کی بنیاد صرف ہمارا اجتہادی خیال ہے جو الہام
کے سرچشمہ سے نہیں بلکہ صرف ہمارے ہی غور و فکر کا نتیجہ ہے۔ تو سخت جائے افسوس
ہے۔ کیونکہ وہ اس خیال کی شامت سے اسلام کی اونچی چوٹی سے ایسا نیچے کو گرے
گا کہ صرف کفر اور ارتداد تک ہی نہیں تھمے گا بلکہ نیچے کو لڑھکتا لڑھکتا دہریت کے
نہایت عمیق گڑھے میں اپنے بدبخت وجود کو ڈال دے گا۔ وجہ یہ کہ اجتہادی غلطیاں
کیا پیشگوئیوں کے سمجھنے اور ان کا مصداق ٹھہرانے میں اور کیا دوسری تدبیروں
اور کاموں میں ہر ایک نبی اور رسول سے ہوئیں تھیں۔ اور ایک بھی نبی ان سے
باہر نہیں گو ان پر قائم نہیں رکھا گیا اب جبکہ اجتہادی غلطی ہر ایک نبی اور رسول
سے ہوئی ہے (توہم پر) اس بنا پر اعتراض کرنا سراسر حماقت و نادانی ہے۔
ہاں اگر ہمارا کوئی ایسا الہام پیش کر سکتے ہو تو وہ الہام پیش کرو۔ سیدھے دل
سے میرے الہام کے الفاظ میں غور کرنا چاہئے۔ اگر میں نے کسی اشتہار میں کوئی
کلمہ اجتہادی طور پر لکھا ہو اور اپنا خیال ظاہر کیا ہو تو وہ حجت نہیں ہو سکتا۔"

مجھے نہایت افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے۔ کہ میں نے آج تک ایک بھی معترض ایسا نہیں پایا جس نے اعتراض کرتے وقت اس واضح اور صحیح اصول کو مدنظر رکھا ہو۔ بلکہ الہام کو چھوڑ کر ہمیشہ یہ لوگ حضورؑ کے بیان کردہ معنی کو ہی پیشگوئی قرار دے کر پیشگوئی پورا نہ ہونے کا شور مچائیں گے۔ اگر ان کے دل میں خشیۃ اللہ ہے۔ تو آئیں۔ حضورؑ کے الہاموں کو لے کر ان کی سچائی کے متعلق گفتگو کر لیں۔ اگر وہ قرآن کریم اور رسولوں کی فرمودہ شرائط کے مطابق ایک الہام کو بھی غلط ثابت کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔ تو میں ان کے ہاتھ پر توبہ کرنے کو تیار ہوں۔ ورنہ خدا اور اس کے یوم حساب سے ڈر کر ایک راستباز کی مخالفت سے باز آجائیں۔ کیونکہ خدا کے راستبازوں کی مخالفت کا انجام نہ پہلے کبھی اچھا ہوا ہے اور نہ اب اچھا ہوگا۔ حضرت مرزا صاحب کی مخالفت کے نتیجہ میں دنیا نے متعدد تباہیوں کے نظارے دیکھے ہیں۔ کیا وہ کافی نہیں کہ آپ لوگ کسی مزید تباہی کے نظارہ کو دعوت دینے میں مصروف ہو گئے ہیں۔ اگر ماننا نہیں تو کم از کم مخالفت ہی کو ترک کر دو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صداقت کو قبول کرنے اور اس پر قائم رہنے کی اور اپنی رضا کی راہوں پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

یہ سوال اکثر لوگوں کے دلوں میں کھٹکتا رہتا ہے۔ کہ ملہم کو اپنے الہام کے سمجھنے میں کیوں غلطی لگتی ہے۔ اگرچہ یہ ایک مستقل موضوع ہے۔ جس پر بالتفصیل اس موقعہ پر بحث نہیں کی جا سکتی اس موضوع پر انشاء اللہ تعالیٰ و بتوفیقہ کسی دوسرے موقعہ پر روشنی ڈالی جائے گی۔ لیکن پھر بھی موقعہ کی مناسبت سے اس قسم کی غلطی لگنے کی متعدد حکمتوں میں سے سردست ایک دو حکمتیں اس جگہ بھی بیان کر دی جاتی ہیں۔

پہلی حکمت ملہم کو جو اپنے الہام کے سمجھنے میں بعض اوقات غلطی لگتی ہے اس میں ایک حکمت تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی مصلح کو مبعوث کرتا ہے تو اس کے ذریعے ان

غلطیوں کی اصلاح کرنا اس کے مدنظر ہوتا ہے۔ جن میں اس زمانہ کے لوگ مبتلا ہوتے ہیں ہمارے اس زمانہ میں الہام کے متعلق اکثر لوگوں کو یہ غلطی لگی ہوئی تھی بلکہ اب بھی ہے۔ کہ الہام خدا تعالےٰ کے الفاظ نہیں ہوتے بلکہ بعض بلند شخصیتوں کے غور و فکر کا نتیجہ ہوتے ہیں ان کے قلب پر بعض خیالات معانی کی شکل میں وارد ہو جاتے ہیں۔ جن کو وہ اپنے الفاظ میں دنیا کے سامنے رکھ دیتے ہیں۔ اسی کا نام ان کے نزدیک الہام ہوتا ہے۔ چونکہ یہ خیال سخت گمراہ کن اور انسان کو حقیقت سے دور رکھنے والا اور اللہ تعالےٰ کے ساتھ تعلق پیدا کرنے میں بہت بڑی روک کا کام دینے والا تھا۔ اس لئے اس زمانہ کے مصلح کے الہاموں میں اس کا علاج ضروری تھا۔ چنانچہ وہ علاج جن طریقوں سے کیا گیا اُن میں سے ایک طریق یہ بھی اختیار کیا گیا کہ ملہم سے الفاظ الہام کے معنی غلط کرا دئے گئے تا جب وہ اس کے بیان کردہ معنی کی رو سے پورے نہ ہوں۔ بلکہ کسی اور معنی کی رو سے پورے ہو جائیں۔ تو دنیا پر واضح ہو جائے کہ الہام کے الفاظ ملہم کے غور و فکر کا نتیجہ نہ تھے۔ کیونکہ اگر اس کے غور و فکر کا نتیجہ ہوتے تو وہ اسی معنی کے مطابق وقوع میں آتے جو اس نے اپنے غور و فکر اور اجتہاد کے نتیجہ میں بیان کئے تھے نہ کہ کسی اور معنی کے مطابق پس الہام کے الفاظ کا پورا ہو جانا اور ملہم کے بیان کردہ معنی کا غلط ہو جانا اس امر کی یقینی دلیل ہے۔ کہ الہام کے الفاظ کسی اور ہستی کی طرف سے ہیں۔ ملہم کے غور و فکر کا نتیجہ ہرگز نہیں دوسری حکمت اس میں یہ ہے کہ پیشگوئیاں درحقیقت اصل مقصود نہیں ہوتیں بلکہ اصل مقصود خدا تعالےٰ کی ہستی پر کامل اور زندہ ایمان پیدا کرنا ہوتا ہے اور پیشگوئیاں اس مقصود کو پورا کرنے کے لئے محض ایک ذریعہ ہوتی ہیں اور چونکہ ایمان کے لئے ضروری ہے کہ اس میں کسی قدر غیب کا پہلو بھی ہو اس لئے پیشگوئیوں میں بھی غیب کے پہلو کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے مختلف طرق خدا تعالےٰ

کی طرف سے استعمال کئے جاتے ہیں۔ ان میں سے ایک طریق ملہم کی اجتہادی غلطی بھی ہے۔ کیوں کہ اجتہادی غلطی کی وجہ سے بھی پیشگوئی پر بعض اوقات غیب کا پردہ پڑ جاتا ہے۔ اور اس شخص کے دل میں وہ ایمان پیدا کرنے میں ممد ہوتی ہے۔ جو صحیح طور پر اس پر غور کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی آخری کتاب قرآن مجید میں بارہا اس مضمون کو دوہرایا گیا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کی آیات صرف انہی لوگوں کو فائدہ دیتی ہیں جو ان میں تدبر تفکر اور عقل سے کام لیتے ہیں۔ اور جو ایسا نہیں کرتے وہ ان کے فوائد سے محروم رہتے ہیں پس عالم روحانی کا یہ اٹل قانون ہے۔ جس میں تبدیلی ممکن ہی نہیں۔ کیونکہ اس کے متعلق ارشاد خداوندی یہ ہے۔ کہ لن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا اگر اس میں تبدیلی ہو جائے تو انسانی اعمال کی جزا و سزا کا سارا انتظام ہی درہم برہم ہو جائے کیونکہ ثواب کا سارا دار و مدار ہی پردہ غیب کو محفوظ رکھنے پر ہے۔ اس پردہ کو اٹھا دینے سے پیدائش انسانی کی غرض ہی فوت ہو جاتی ہے۔

الہام الٰہی کے معانی: اب جبکہ یہ حقیقت واضح ہو گئی ہے۔ کہ الہام الٰہی میں مندرجہ پیشگوئی کے لئے ضروری نہیں کہ وہ ملہم کے بیان کردہ معنی کی رو سے پوری ہو بلکہ وہ کسی اور معنی کی رو سے پوری ہو کر بھی اپنی سچائی اور اپنے منجانب اللہ ہونے کو ثابت کر سکتی ہے تو اب یہ بات قابل تحقیق رہ جاتی ہے کہ آیا الہام "بکر و ثیب" کے اس معنی کے علاوہ جو حضرت مرزا صاحب نے بیان کئے ہیں کوئی اور معنی بھی ہیں۔ سو واضح ہو کہ عربی زبان کے لحاظ سے الفاظ الہام کے تین معنی ہو سکتے ہیں۔ (۱) کنواری لڑکی اور بیوہ یا مطلقہ عورت (۲) کنواری لڑکی اور شادی شدہ مرد (۳) کنوارہ مرد اور بیوہ عورت۔ یہ تین معنی میں نے اس لئے کئے ہیں کہ عربی زبان میں ثیب صرف بیوہ یا مطلقہ عورت کو ہی نہیں کہتے بلکہ شادی شدہ مرد کو بھی کہتے ہیں جیسا کہ مؤطا امام مالک میں حدود کی بحث کے ماتحت یہ حدیث مروی ہے۔ کہ نبی کریم صلعم

کے حضور ایک مسلمان مرد حاضر ہوا اور اس نے اپنی ذات کے متعلق زنا کا اعتراف کیا تو حضور صلعم نے اس کے رشتہ داروں سے دریافت کیا ابکر ام ثیب یعنی کیا یہ شخص کنوارا ہے یا شادی شدہ پس اس حدیث سے واضح ہے۔ کہ عربی زبان میں بکر اور ثیب کے الفاظ جس طرح کنواری اور بیاہی ہوئی عورت کے متعلق استعمال ہوتے ہیں۔ اسی طرح کنوارے اور بیاہے ہوئے مرد کے لئے بھی استعمال ہوتے ہیں۔

اب جبکہ عربی زبان کے محاورہ کی رو سے الہام الٰہی کے معانی متعین ہو گئے تو پیشتر اس کے کہ یہ تبلایا جائے کہ ان میں سے کسی معنی کی رو سے الہام پورا ہوا ہے۔ یہ تبلا دینا ضروری ہے کہ اس الہام کو حضرت مرزا صاحب کی ذات سے کوئی تعلق بھی ہے۔ یا نہیں کیونکہ معترض کہہ سکتا ہے کہ الہام میں تو بظاہر کوئی ایسا لفظ نہیں جو یقینی طور پر حضرت مرزا صاحب کی ذات سے اس کا تعلق ثابت کرتا ہو۔ الہام کے الفاظ صرف دو وجودوں یا دو صفتوں کے جمع کرنے پر دلالت کرتے ہیں تم حضرت مرزا صاحب کے وجود کے ساتھ اس الہام کو کیوں وابستہ کرتے ہو۔ سو اس امر اور نیز اس پیشگوئی کی عظمت کو سمجھنے کے لئے اس الہام کا شان نزول اور اس کے تمام پس منظر کا علم حاصل کرنا ضروری ہے۔

شان نزول اور پس منظر یاد رہے کہ یہ الہام بکر و ثیب تنہا نہیں بلکہ خود حضرت مرزا صاحب کی دوسری شادی کے متعلق سلسلہ الہامات میں یہ آخری الہام ہے۔ اور یہی امر حضرت مرزا صاحب کی ذات سے اس الہام کا تعلق متعین کر رہا ہے تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب کی پہلی شادی والدین کے ذریعہ اپنے خاندان میں ہوئی اس سے دو لڑکے پیدا ہوئے اس کے بعد اولاد ہونی بند ہو گئی اور قریباً بیس برس تک بند رہی۔ اس عرصہ میں ایسے حالات پیدا ہوئے کہ حضور کو عملاً اس بیوی سے کوئی تعلق

نہ رہا آپ کی زندگی قریباً تجرد کی ہی زندگی تھی اس حالت میں آپ کی عمر ۵۰ برس کی ہوگئی آپ چونکہ یاد الٰہی میں ہی مصروف رہتے تھے اس لئے ان باتوں کی طرف کوئی توجہ بھی نہ تھی اور عدم توجہ کی دوسری وجہ بعض خطرناک بیماریوں کے حملہ کی وجہ سے آپ کا سخت کمزور ہو جانا بھی تھا۔ لیکن خدا تعالیٰ جو بعض اوقات اپنے خاص بندوں کے ذریعہ اپنی خاص قدرتوں کا اظہار کرنا اور اس کے ذریعہ دنیا کی ہدایت کے سامان پیدا کرنا چاہتا ہے۔ اس نے اسی غرض کے ماتحت حضور کی توجہ کو شادی کی طرف منعطف کرایا۔ اور اس پر الہامات کے ذریعہ حضور کو آمادہ کیا اور ان الہامات میں علاوہ بہت سے غیب اور اللہ تعالیٰ کے کامل تصرف اور بے انتہا قدرتوں پر دلالت کرنے والی باتوں پر مشتمل پیشگوئیوں کو بیان کرنے کے بعد حضور کو اس امر کی بھی پوری تسلی کرادی گئی کہ شادی کی راہ میں جسمانی کمزوری یا دیگر جو بھی روکیں بظاہر نظر آتی ہیں۔ وہ سب اٹھا دی جائیں گی۔ چنانچہ اس سلسلہ میں جو الہامات ہوئے وہ ترتیب وار ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

<u>شادی کے سلسلہ میں الہامات</u> | پہلا الہام:۔ "میں نے ارادہ کیا کہ تمہاری ایک اور شادی کروں یہ سب سامان میں خود ہی کروں گا۔ اور تمہیں کسی بات کی تکلیف نہیں ہوگی۔ اس میں یہ ایک فارسی فقرہ بھی ہے۔ ہرچہ باید نوعروسے را ہماں سامان کنم و آنچہ مطلوب شما باشد عطائے آں کنم یعنی اس شادی کے لئے جن لوازم کی ضرورت ہے۔ ان کے سب سامان میں خود مہیا کروں گا۔ اور اس کے لئے جس چیز کی تمہیں طلب ہے وہ میں خود عطا کروں گا"۔ اس الہام میں الفاظ "ایک اور شادی" خاص طور پر یاد رکھنے کے قابل ہیں۔ "ایک" کا لفظ صاف بتلا رہا ہے۔ کہ شادیاں دو نہیں ہوں گی۔ بلکہ ایک ہی ہوگی اس لئے ملہم خواہ کچھ ہی خیال کرے اللہ تعالیٰ کے مدنظر الہام "بکرٌ و ثیبٌ" میں بھی ایک ہی

شادی مدنظر ہے۔ اس لئے اس الہام کے وہی معنی صحیح ہوں گے جو ایک ہی شادی پر دلالت کرنے والے ہوں کیونکہ خدا کا وعدہ صرف ایک ہی شادی کا ہے۔

الہام میں چار عظیم الشان غیب | اس الہام میں چار عظیم الشان غیب ہیں۔ (۱) شادی کرانا (۲) ایک ہی شادی کا کرانا (۳) شادی کے لئے تمام قسم کے سامانوں کو مہیا کرنا جس میں تین چیزیں شامل تھیں اول رشتہ کا مل جانا دوم روپیہ اور دیگر ضروری سامان کی فراہمی اور سوم جسمانی کمزوری کا دور ہو جانا (۴) آئندہ کے لئے بھی جو ضرورتیں پیش آئیں گی ان کو بھی مہیا کرنے کا وعدہ۔

اب ہر انسان جو تعصب سے خالی ہو کر ان امور پر غور کرے گا وہ یقیناً اقرار کرے گا۔ کہ ان میں سے ایک بات بھی ایسی نہیں جو حتمی طور پر انسانی طاقت کے دائرہ میں داخل کی جا سکتی ہو۔ اول تو عام حالات میں ۵۰ سال کے بوڑھے کو رشتہ ملنا ہی کوئی آسان امر نہیں۔ خصوصاً اس کے پاس جب کوئی دنیوی وجاہت اور مال و دولت بھی نہ ہو اور اس کی طرف سے کوئی شخص خاص طور پر کوشش کرنے والا بھی نہ ہو لیکن اگر یہ سب کچھ میسر بھی ہو جائے تو زندگی کا اعتبار نہیں ہو سکتا۔ لیکن ہوتا یہی ہے کہ باوجود بڑھاپے کے باوجود مال و دولت کے نہ ہونے کے باوجود جسمانی کمزوری کے اور باوجود کوشش کرنے والے کے فقدان کے الہام الٰہی کے مطابق تین سال کے بعد شادی وقوع میں آجاتی ہے۔

دوسرا غیب | اس میں شادی کو ایک ہی تک محدود رکھنے کے متعلق تھا۔ سو اس وعدہ کا پورا ہونا تو ہر ایک پر واضح ہی ہے۔ اس غیب کا پورا ہونا بھی وضاحت کے ساتھ ثابت کر رہا ہے کہ ہر چیز پر خدا کا ہی کامل تصرف ہے۔ یہ تو ممکن تھا کہ حضرت مرزا صاحب خود ایک

کی موجودگی میں دوسری شادی کا خیال نہ کرتے لیکن یہ ان کی طاقت سے بالکل باہر تھا کہ اپنی
اس بیوی کی زندگی کی ذمہ داری بھی لے لیتے۔ اس کی موت کے احتمالات کو قطعی طور پر اٹھا
دینا تو ہر ایک دانشمند تسلیم کرے گا کہ آپ کے حیطۂ اختیار سے بالکل باہر تھا۔ ہو سکتا تھا کہ شادی
کے چند دن بعد ہی آپ کی بیوی فوت ہو جاتی یا طلاق لے لیتی اور آپ دوسری شادی پر
مجبور ہو جاتے اگر ایسا ہوتا تو الہام کے الفاظ "ایک اور شادی" باطل ہو جاتے۔

پس یہ الفاظ وہی ہستی استعمال کر سکتی تھی جس کا علم جس طرح حاضر پر حاوی ہے
اسی طرح غیب پر بھی مکمل طور پر حاوی ہو۔ اور جس کے قبضہ میں موت اور حیات ہو اور جو
ان کے تمام ذرائع پر کامل تصرف رکھتی ہے اور وہ خدا تعالیٰ کی ہی ہستی ہے۔

تیسرا غیب سامانوں کے مہیا کرنے کے متعلق ہے۔ سو جہاں اللہ تعالیٰ نے
رشتہ ملنے کے سامان کر دیئے وہاں روپیہ وغیرہ کی فراہمی کا سامان بھی آسانی سے کر دیا
اسی طرح آپ کی کمزوری کو دور کرنے کے لئے دوائیں بھی الہام سے بتلا دیں جن کے استعمال
سے قوت مجولیت مکمل طور پر عود کر آئی۔ حضرت مرزا صاحب کی کمزوری اس وقت کس
حد تک پہنچی ہوئی تھی۔ اس کا اندازہ اس خط سے لگایا جا سکتا ہے۔ جو مولوی محمد حسین صاحب
بٹالوی نے حضور کو آپ کی شادی کا سن کر لکھا تھا جو یہ ہے:۔

"آپ نے شادی کی ہے۔ اور مجھے حکیم محمد شریف کی زبانی معلوم ہوا کہ آپ بباعث
سخت کمزوری کے اس لائق نہ تھے اگر یہ امر آپ کی روحانی قوت سے تعلق رکھتا ہے۔ تو میں
اعتراض نہیں کر سکتا۔ کیونکہ میں اولیاء اللہ کے خوارق اور روحانی قوتوں کا منکر نہیں ورنہ
ایک بڑے فکر کی بات ہے ایسا نہ ہو کہ کوئی ابتلا پیش آوے۔"

چوتھا غیب آئندہ کی ضروریات کو پورا کرنے کے متعلق تھا سو اس کے متعلق بھی

ساری دنیا جانتی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح عزت کی زندگی بسر کرنے کے سامان آپ کے
لئے مہیا کئے اور کس طرح آپ کی ہر ضرورت کو پورا کیا ورنہ انسان کی طاقت میں کہاں ہے کہ
اس قسم کے وعدہ کا اعلان کرے اور پھر اسے پورا کر سکے ممکن تھا کہ آپ ایسی غربت کا شکار
ہو جاتے کہ سخت تنگی میں ہی زندگی گزارنی پڑتی کیونکہ رزق کی بسط اور تنگی خدا کے ہاتھ میں ہے
پس اس نے جس بسط کا وعدہ کیا تھا اسے پورا کر کے مندرجہ بالا قرآنی قانون صحیح ثابت کر دیا

شادی کے متعلق دوسرا الہام | پہلے الہام میں صرف شادی اور اس کے
لوازم کے مہیا کرنے کے متعلق تسلی دلائی گئی لیکن مزید کچھ نہ بتلایا گیا تھا۔ لیکن اس سلسلہ میں
سب سے اہم سوال اس خاندان کا ہوتا ہے۔ جس کے ساتھ رشتہ قائم ہوتا ہے۔ اس کا علم
حاصل کرنے کی انسان میں طبعی خواہش ہوتی ہے۔ سو اللہ تعالیٰ جو انسان کی مخفی در مخفی
خواہشات سے واقف ہے۔ اس نے دوسرے الہام میں اس طبعی خواہش کو بھی پورا کر دیا
چنانچہ فرمایا :۔

"الحمد للہ الذی جعل لکم الصھر والنسب یعنی تمام تعریف اس خدا کے
لئے ہے جس نے تمہارے لئے صہر اور نسب بنائی یعنی جس طرح تمہارا آبائی خاندان شریف
اور معزز اور قابل تعریف خاندان ہے۔ اسی طرح وہ خاندان بھی جس کے ساتھ تمہاری
دامادی کا تعلق پیدا ہوگا شریف اور معزز اور قابل تعریف ہوگا" چنانچہ ایسا ہی وقوع میں
آیا اور جیسا کہ آگے چل کر واضح ہوگا جن حالات میں یہ رشتہ ایسے خاندان میں ہوا وہ غیر معمولی
ہونے کی وجہ سے بتلا رہے ہیں کہ یہ سب کچھ محض الٰہی تصرف کے ماتحت ہوا ورنہ حضرت
مرزا صاحب کی طاقت سے یہ باہر تھا۔ کہ ایسے خاندان کے ساتھ خود رشتہ قائم کر
سکتے۔

شادی کے متعلق تیسرا الہام اگرچہ دوسرے الہام میں شریف خاندان میں رشتہ ہونے کی پیشگوئی تو تھی لیکن خاندان کی تعیین نہ تھی پس اب طبعی ترتیب چاہتی تھی کہ خاندان کی تعیین بھی کر دی جائے چنانچہ تیسرے الہام میں اس کی تعیین کر دی گئی فرمایا "اُشکر نعمتی رأیت خدیجتی"۔ یعنی میری نعمت کا شکر کر تو نے میری خدیجہ کو پایا "خدیجہ" کے لفظ کے اندر دو باتوں کی طرف اشارہ کر دیا گیا ایک تو اس امر کی طرف کہ جس لڑکی کے ساتھ رشتہ ہوگا وہ حضرت خدیجہ کی نسل سے ہوگی یعنے سید خاندان کی لڑکی ہوگی دوسرے اس امر کی طرف کہ جس طرح حضرت خدیجہؓ سے کثرت سے نسل پھیلی اسی طرح حضور کی اس بیوی سے بھی کثرت سے نسل پھیلے گی۔

چنانچہ جو تعصب سید قوم کے اندر دوسرے خاندانوں میں لڑکی دینے کے متعلق اس زمانہ میں پایا جاتا تھا اور جس کا اثر ابھی تک بھی کسی حد تک موجود ہے۔ اس کو جاننے والے سمجھ سکتے ہیں کہ اس الہام کا وقوع میں آنا بھی خاص تصرف الٰہی کو چاہتا تھا چنانچہ فی الحقیقت مشہور سندی سید خاندان میں حضور کا رشتہ محض خاص تصرف الٰہی سے ہی قائم ہوا جیسا کہ آگے چل کر واضح ہو جائے گا۔

شادی کے متعلق چوتھا الہام خاندان کی تعیین کے بعد شہر کی تعیین کا سوال باقی رہ جاتا ہے سو اس کی وضاحت بھی کر دی گئی۔ چنانچہ بعض کشوف اور الہامات میں دہلی کا نام بھی بتلا دیا گیا اور دہلی کا نام بتلا دینا بھی پیشگوئی کی عظمت کو چار چاند لگانے کے مترادف تھا کیونکہ اس زمانہ میں دہلی والوں کو پنجابیوں سے خاص طور سے نفرت تھی اور وہ انہیں سخت حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے اس لئے ایک پنجابی کا دہلی کے کسی خاندان میں رشتہ ہونا بظاہر بہت ہی مشکل تھا۔ اس کے لئے غیر معمولی حالات کی

ضرورت تھی جو اس رشتہ کے لئے قطعاً موجود نہ تھے۔ پس اس کے لئے بھی سخت ضرورت تھی کہ تصرف الٰہی اپنا کوئی خاص کرشمہ دکھلائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ باوجود برادری کی سخت مخالفت اور ان کے شرکت سے انکار پر اصرار کے یہ رشتہ ہو گیا اور خدا کی بات بڑی شان سے پوری ہوئی۔

شادی کے متعلق پانچواں الہام | خاندان اور شہر کے تعیین کے بعد اب آخری لیکن نہایت ہی اہم سوال خود لڑکی کے متعلق رہ جاتا ہے کہ وہ کیسی ہو گی کیونکہ اس کا علم حاصل کرنا بھی انسانی فطرت کے تقاضوں میں سے ہے۔ سو اللہ تعالیٰ نے اس فطری تقاضا کو بھی اس سلسلہ کے آخری الہام "بکرٌ و ثیبٌ" میں پورا کر دیا اور وضاحت سے بتلا دیا کہ وہ باکرہ ہو گی جس طرح ایک غیر سید کا ایک سید خاندان میں اور ایک پنجابی کا دہلی کے کسی خاندان میں رشتہ ہونا اس زمانہ کے مخصوص حالات میں بظاہر سخت مشکل تھا اسی طرح ایک نوجوان باکرہ لڑکی کا ایک ایسے شخص کو قبول کرنا یا اس کے والدین کا ایسے شخص کے نکاح میں اپنی لڑکی کو دینا جو شادی شدہ ہونے کے علاوہ بیوی بھی رکھتا ہو اور مزید برآں پیرانہ سالی کو بھی پہنچا ہوا ہو اور پھر مالدار بھی نہ ہو کسی سرکاری عہدہ پر بھی سرفراز نہ ہو عام حالات میں بڑا ہی مشکل ہے لیکن اللہ تعالےٰ جس کی شان میں فعال لما یرید وارد ہوا ہے۔ اور جس کی عظمت اور کبریائی اسی میں ہے۔ کہ وہ جس چیز کے متعلق کہے ہو تو وہ ضرور ہو کر رہے حالات کو اپنی مرضی اور اپنے مقصد کے مطابق تبدیل کرنے پر پوری قدرت رکھتا ہے اور اسی کو ثابت کرنے کے لئے وہ اپنی پیشگوئیوں میں پہلے سخت سے سخت مشکلات کا نقشہ کھینچتا ہے۔ پھر ان کے زیر کرنے کا اعلان کرتا ہے اور پھر ان کو زیر کر کے دنیا پر ثابت کر دیتا ہے۔ کہ وہ کس قدر وسیع علم اور قدرتوں کا مالک ہے۔ چنانچہ اس الہام

میں بھی لفظ "ثیب" کے اندر اسی قسم کی قدرت کے مظاہرہ کا اعلان کیا گیا ہے۔ کہ اگرچہ بظاہر حالات اس امر کے مساعد نہیں کہ تیرے جیسے شادی شدہ بیوی رکھنے والے پیرانہ سالی کو پہنچے ہوئے انسان کا جوڑ باکرہ کے ساتھ ہو سکے۔ لیکن ہم اپنی قدرت کاملہ سے یہ جوڑ پیدا کر دیں گے اور دنیا باوجود نہ چاہنے اور سخت مخالفت کے اپنی آنکھوں سے ایسے جوڑے کو باہمی رشتہ کی سلک میں منسلک شدہ دیکھ لے گی جس کے ایک طرف باکرہ لڑکی ہو گی اور دوسری طرف تیرے جیسا ثیب ہو گا۔

اس پرشوکت غیب کے علاوہ ان الفاظ کے اندر ایک اور پرعظمت غیب بھی ہے جس کا ذکر انشاء اللہ بعد میں کیا جائے گا۔

الہام کی مزید تشریح | الہام "بکر و ثیب" کا شان نزول اور پس منظر بیان کرنے اور اس بات کو واضح کرنے کے بعد کہ یہ الہام حضرت مرزا صاحب کی ذات سے ہی تعلق رکھتا ہے۔ اب اس امر پر مزید روشنی ڈالی جاتی ہے۔ کہ یہ الہام اپنے تین معانی میں سے کس معنی کی رو سے پورا ہوا ہے۔ چونکہ یہ الہام جیسا کہ اوپر وضاحت سے بتلایا جا چکا ہے۔ حضرت مرزا صاحب کی ذات سے ہی متعلق ہے۔ اس لئے اس کے تیسرے معنی یعنی کنوارا مرد اور بیوہ عورت تو بالکل ہی خارج از بحث ہوتے ہیں کیونکہ حضور کی تو اس وقت بیوی موجود تھی۔ باقی صرف دو ہی معنی زیر تحقیق آ سکتے ہیں۔ سو ان میں سے پہلے معنے یعنی کنواری لڑکی اور بیوہ یا مطلقہ عورت کی عقلاً اور لغتہً دو صورتیں ہو سکتی ہیں اول یہ کہ حضور کے نکاح میں یہ دونوں قسم کی عورتیں کنواری اور بیوہ جمع ہو جائیں لیکن یہ صورت بھی شادی کے متعلق سب سے پہلے الہام کے الفاظ "ایک اور شادی" کی موجودگی میں خارج از بحث ہے۔ اور دوسری صورت یہ کہ یہ دونوں صفات یعنی کنوارا ہونا اور

بیوہ ہونا ایک ہی عورت میں جمع ہوں یعنی شادی کے وقت وہ کنواری ہو اور بعد میں وہ بیوہ ہو جائے۔ اور دو مختلف صفات کا ایک ہی وجود میں اس طرح جمع کر دینا عام شائع اور متعارف ہے۔ چنانچہ سورہ ق کی آیت وجاءت کل نفس معہا سائق وشہید کی تفسیر میں مفسرین نے یہ توجیہ بھی اختیار کی ہے کہ ایک ہی فرشتہ کو دونوں صفات سائق و شہید کا جامع قرار دیا ہے، یعنی ایک ہی فرشتہ جو پہلے ہر انسان کے اعمال کو محفوظ کرنے کے فرائض ادا کر رہا تھا وہی پھر حالات کے بدلنے سے اس کی موت کے بعد اس کو اس کے اعمال کے مطابق جنت یا دوزخ کی طرف لے جانے کا فرض ادا کرنے والا بن جائے گا بعینہ یہی اجتماع دو مختلف صفتوں کا الہام میں پایا جاتا ہے۔ یعنی ایک ہی عورت شادی کے وقت باکرہ ہونے کی صفت سے متصف ہوگی اور پھر اسی عورت پر ایسا زمانہ آئے گا کہ بیوگی کی صفت سے اسے متصف ہونا پڑے گا۔ چنانچہ الہام الٰہی ان معنی کی رو سے صفائی سے پورا ہو چکا ہے۔ جس لڑکی سے حضور کی دوسری شادی ہوئی وہ حضور کے عقد میں آنے کے وقت باکرہ تھیں اور قریباً ربع صدی حضور کے ساتھ نہایت خوش زندگی بسر کرنے کے بعد آخر الہام الٰہی کے مطابق بیوگی کی تکلیف کا شکار ہو گئیں۔ اور قریباً ۵۵ سال عالم بیوگی میں عمر بسر کر کے آخر اپنے مولیٰ حقیقی سے جا ملیں اب سوچ کر دیکھ لو کہ کیا اس الہام کے اندر ایسا غیب نہیں کہ جس تک انسانی علم اور طاقت کی قطعاً رسائی نہیں ہو سکتی۔ کیا کسی انسان کی طاقت میں ہے کہ وہ قریباً ۲۰ سال قبل جبکہ اس کی اس عورت سے شادی بھی نہیں ہوئی۔ اور وہ اس کو جانتا تک بھی نہیں اس کے متعلق یہ اعلان کر دے کہ وہ اس کے ساتھ باکرہ ہونے کی صورت میں بیاہی جائے گی۔ اور پھر اس کی موت اس سے قبل ہو گی اور اسے بیوگی کی مصیبت جھیلنی پڑے گی فتدبروا یا اولی الابصار۔

دوسرے معنی | دوسرے معنی یعنی کنواری عورت اور شادی شدہ مرد کی رو سے بھی الہام کی صداقت بالکل واضح ہے۔ جس کی تفصیل اوپر گذر چکی ہے۔

شادی کے لئے کس طرح راہ صاف ہوئی | اگرچہ ہر الہام کی تشریح میں میں نے مختصر سا اشارہ اس تصرف الٰہی کی طرف کر دیا ہے۔ جو اس شادی کو وقوع میں لانے کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ظاہر ہوتا رہا لیکن ان واقعات کا مجموعی طور پر ذکر کرنا بھی ضروری ہے۔ جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی پانچوں پیشگوئیوں کو عملی جامہ پہنانے کے لئے پیدا کیا نہ حضرت مرزا صاحب کو اپنے خسر میر ناصر نواب صاحب سے کوئی واقفیت تھی اور نہ انہیں حضرت مرزا صاحب سے کوئی شناسائی تھی۔ سو سب سے پہلے واقفیت پیدا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ سامان پیدا کیا کہ میر ناصر نواب صاحب جو اس وقت محکمہ نہر میں ملازم تھے ان کی تبدیلی قادیان کے قریب کرا دی وہاں ان کی واقفیت حضرت مرزا صاحب کے بڑے بھائی سے ہو گئی جنہوں نے ان کی تکلیف کو دیکھ کر قادیان میں اپنے مکان میں رہائش اختیار کرنے کی دعوت دی جسے جناب میر صاحب نے قبول کر لیا وہاں انہیں حضرت مرزا صاحب کے متعلق اتنا علم ہوا کہ آپ نہایت نیک اور متقی انسان ہیں لیکن اس کے ساتھ ہی ایک واقعہ ایسا پیش آیا جس سے جناب میر صاحب کی اہلیہ محترمہ کو یہ پتہ چلا کہ خاندان کے آدمی حضرت مرزا صاحب کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اور اس بات کو ہرگز پسند نہیں کرتے کہ ان کے ساتھ تعلق رکھنے والا شخص حضرت مرزا صاحب سے تعلق رکھے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے عرصہ قیام قادیان میں حضرت مرزا صاحب سے کوئی تعلق نہ رکھا۔ اور قادیان سے دہلی جاتے وقت وہ اسی خیال کو دل میں لے کر گئے کہ حضرت مرزا صاحب کے خاندان کے افراد کے دل میں ان کی کوئی عزت نہیں چنانچہ جب دونوں میاں بیوی نے اپنی لڑکی کی شادی کا ارادہ کیا تو جناب میر صاحب نے حضرت

مرزا صاحب کی نیکی اور تقوےٰ کی وجہ سے ان کی خدمت میں دعا کے لئے خط لکھا حضرت مرزا صاحب نے جواب میں لکھا کہ میرا ارادہ بھی شادی کا ہے۔ اگرچہ میری بیوی موجود ہے۔ لیکن میری زندگی حقیقتاً تجرد کی ہی زندگی ہے۔ جناب میر صاحب کو اپنی اہلیہ محترمہ کے خیالات کا چونکہ علم تھا یعنی ایک طرف وہ جانتے تھے کہ وہ حضرت مرزا صاحب کے متعلق قادیان سے اچھے خیالات لے کر نہیں آئیں اور دوسری طرف انہیں یہ بھی علم تھا کہ عمر کے تفاوت اور نیز پنجابی ہونے کے وجہ سے وہ اس رشتہ پر ہرگز راضی نہ ہوں گی اس لئے انہوں نے اپنی اہلیہ محترمہ کے سامنے حضرت مرزا صاحب کی درخواست کا ذکر تک نہ کیا اور دیگر جس قدر درخواستیں آتی رہیں۔ ان کا ذکر کرتے رہے۔ لیکن اللہ تعالےٰ نے جس طرح حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دل کو سوائے اپنی والدہ کے تمام دائیوں کے دودھ پینے سے متنفر کر دیا تھا اسی طرح ان کے دل کو بھی اللہ تعالےٰ نے درخواست کنندوں کی طرف سے پھیر دیا حالانکہ ان میں بعض اچھے متمول آدمی بھی تھے۔ آخر تنگ آکر جناب میر صاحب نے حضرت مرزا صاحب کا نام لے دیا جس پہ وہ فوراً راضی ہو گئیں۔ اور اسی وقت حضرت مرزا صاحب کو اپنی رضامندی سے مطلع کر دیا۔ عورتوں کو برادری کی خوشنودی کا بڑا خیال ہوتا ہے۔ برادری کی طرف سے اس رشتہ کی سخت مخالفت ہوئی اور وہ مخالفت بظاہر معقول تھی اور اس کی بنا خیر خواہی اور ہمدردی کے جذبہ پر تھی یعنی وہ مخالفت محض اس بناء پر کر رہے تھے کہ ایک تو عمر کا بہت بڑا تفاوت ہے اور دوسرے لڑکا سید خاندان سے نہیں تیسرے پنجابی ہے۔ لیکن ان کے دل پر چونکہ تصرف الٰہی کام کر رہا تھا۔ انہوں نے برادری کی مخالفت کی بھی قطعاً پرواہ نہ کی پھر انہوں نے شادی میں عدم شرکت کی دھمکی دی اور یہ دھمکی عام حالات میں بڑی کارگر ثابت ہوا کرتی ہے۔ لیکن انہوں نے اس دھمکی کو بھی ٹھکرا دیا اور رشتہ کر دیا۔

اب معترضین کو اگر خدا توفیق دے تو وہ ان پانچوں الہاموں پر ٹھنڈے دل سے مخلی بالطبع ہو کر غور کریں اور دیکھیں کہ بظاہر حالات ایسے ناممکن الوقوع امور کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے پر غیب کے دروازے کھولے اور پھر کس طرح ان کو پورا کرنے کے لئے اپنے تصرف خاص سے موافق حالات پیدا کر دئے اور پھر خود ہی ازراہ انصاف و تقویٰ فیصلہ کر لیں کہ کیا ایسا بندہ جس پر ایسے غیبوں کا اظہار ہو جن میں سے کسی ایک کو بھی وقوع میں لانا انسانی طاقت سے باہر ہو اس قابل ہے کہ اس کی تکذیب کی جائے۔ یا وہ اس قابل ہے کہ اس کی بزرگی کے آگے سر جھکا کر اس کے دعاوی کو تسلیم کر کے اس کی اطاعت کا جوا اپنی گردن پر رکھ لیا جائے۔

والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

اظہار نصرت الٰہی

از مسیح موعودؑ

خدا کے پاک لوگوں کو خدا سے نصرت آتی ہے
جب آتی ہے تو پھر عالم کو اک عالم دکھاتی ہے

وُہ بنتی ہے ہوا اور ہر خس رہ کو اڑاتی ہے
وُہ ہو جاتی ہے آگ اور ہر مخالف کو جلاتی ہے

کبھی وُہ خاک ہو کر دشمنوں کے سر پہ پڑتی ہے
کبھی ہو کر وُہ پانی اُن پہ اک طوفان لاتی ہے

غرض رُکتے نہیں ہرگز خدا کے کام بندوں سے
بھلا خالق کے آگے خلق کی کچھ پیش جاتی ہے

سرسید احمد خاں صاحب کے متعلق

ایک عظیم الشان پیشگوئی اور اس کے متعلق غلط پراپیگنڈہ کا جواب

پیشگوئی کے متعلق غلط پراپیگنڈہ بعض دوستوں کے خطوط سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ بعض مخالفین سلسلہ جو حضرت اقدس اور احمدیت کی مخالفت پر ادھار کھائے بیٹھے ہیں یہ غلط پراپیگنڈہ کر رہے ہیں۔ کہ حضور نے جو اپنی کتاب تریاق القلوب کے صفحہ ۵۳ پر یہ تحریر فرمایا ہے۔ کہ سرسید احمد خاں صاحب کے متعلق حضور نے اپنے اشتہار ۲۰ رفروری ۱۸۸۶ء میں یہ پیشگوئی کی تھی۔ کہ انہیں ان کی عمر کے کسی حصہ میں ایسا سخت صدمہ پہنچے گا جو ان کی زندگی کو جلد ختم کر دینے کا موجب ہوگا۔ یہ غلط ہے۔ اشتہار مذکور میں ایسی کوئی پیشگوئی نہیں اگر ہے۔ تو اس کا ثبوت پیش کیا جائے۔

سید صاحب کے سامنے ان کی زندگی میں ہی پیشگوئی اور اس کے پورا ہونے کا ذکر پیشتر اس کے کہ میں اس اعتراض کا مفصل جواب دوں اس امر کا افسوس بھرے دل کے ساتھ اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ معترضین نے خشیۃ اللہ کو بالائے طاق رکھ کر اور یوم الجزاء کو بالکل بھلا کر یہ پراپیگنڈہ شروع کیا ہے

ورنہ وہ خوب اچھی طرح سے جانتے ہیں۔ کہ پیشگوئی موجود ہے۔ اور یقیناً موجود ہے۔ اور یہ بھی ان کو بخوبی علم ہے کہ یہ پیشگوئی سید صاحب کے حق میں بڑی صفائی سے پوری ہو چکی ہوئی ہے۔ اور اس بات سے بھی وہ پوری طرح آگاہ ہیں۔ کہ پیشگوئی اور اس کے پورا ہونے کا ذکر سرسید احمد خاں صاحب کی زندگی میں ان کے سامنے لایا جاتا رہا ہے اور ان کو کبھی اس کے انکار کی جرأت نہیں ہوئی۔ چنانچہ حضور نے اپنے اشتہار ۱۲۔ مارچ ۱۸۹۷ء میں جس میں حضورؑ نے سید صاحب کی جلد وفات کی پیشگوئی شائع کی تھی جو پورے ایک سال بعد پوری ہو گئی۔ سید صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے مندرجہ ذیل الفاظ تحریر فرماتے ہیں۔

"آپ کو یہ بھی یاد دلاتا ہوں کہ ایک پیشگوئی میں نے اشتہار ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء میں آپ کی نسبت بھی کی تھی۔ کہ آپ کو اپنی عمر کے ایک حصہ میں ایک سخت غم و ہم پیش آئے گا۔ اور اس پیشگوئی کے شائع ہونے سے آپ کے بعض احباب ناراض ہوئے تھے اور انہوں نے اخباروں میں رد چھپوایا تھا۔ مگر آپ کو معلوم ہے۔ کہ وہ پیشگوئی بھی بڑی ہیبت کے ساتھ پوری ہوئی اور ایک دفعہ ناگہانی طور سے ایک شریر انسان کی خیانت سے ڈیڑھ لاکھ روپیہ کے نقصان کا آپ کو صدمہ پہنچا۔ اس صدمہ کا اندازہ آپ کے دل کو معلوم ہوگا کہ اس قدر مسلمانوں کا مال ضائع ہو گیا۔ میرے ایک دوست مرزا خدا بخش صاحب مسٹر سید محمود صاحب سے نقل کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے کہا کہ اگر میں اس نقصان کے وقت علی گڑھ میں موجود نہ ہوتا تو میرے والد صاحب ضرور اس غم سے مر جاتے یہ بھی مرزا صاحب نے سنا کہ آپ نے اس غم میں تین دن روٹی نہیں کھائی اور اس قدر قومی مال کے غم سے دل بھر گیا کہ ایک مرتبہ غشی بھی ہو گئی سوائے سید صاحب یہی حادثہ تھا جس کا اس اشتہار میں صریح ذکر ہے۔ چاہو تو قبول کرو والسلام ۱۲۔ مارچ ۱۸۹۷ء"

یہ اشتہار جیسا کہ خود اس اشتہار سے ہی واضح ہو رہا ہے۔ سید صاحب کی خدمت میں شائع ہوتے ہی پہنچا دیا گیا تھا۔ پھر اس اشتہار کے بعد مئی ۱۸۹۷ء میں حضور نے اپنی کتاب سراج منیر کے ذریعہ خود سید صاحب اور اس زمانہ کے لوگوں کو اس پیشگوئی کے پورا ہونے کی طرف مندرجہ ذیل پُر زور الفاظ میں دوبارہ توجہ دلائی فرماتے ہیں:۔

"چوتھی پیشگوئی سید احمد خاں کے سی ایس۔ آئی کی نسبت خدا تعالیٰ سے الہام پاکر اشتہار یکم فروری ۱۸۸۶ء (یکم فروری غلطی سے چھپ گیا تھا۔ ورنہ مراد ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء والا اشتہار ہے۔ از راقم) میں کی گئی تھی کہ ان کو کوئی سخت صدمہ پہنچنے والا ہے۔ اب سید احمد خاں صاحب کو پوچھنا چاہئے کہ پیشگوئی کے بعد آپ کو کوئی سخت صدمہ پہنچا ہے۔ یا نہیں جو معمولی ہم و غم نہ ہو بلکہ وہ امر ہو جو جان کو زیر و زبر کرنے والا ہو۔"

عبارت مندرجہ سے استنباط کردہ نتائج عبارت مندرجہ بالا سے مندرجہ ذیل نتائج روز روشن کی طرح ظاہر ہیں جن کا کوئی منصف مزاج اور خدا ترس انسان انکار نہیں کر سکتا۔

(۱) ۲۰۔ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں بعض لوگوں کے متعلق پیشگوئیاں کی گئی تھیں۔ ان میں سر سید احمد خاں صاحب کے متعلق بھی پیشگوئی تھی جیسا کہ الفاظ آپ کی نسبت بھی دلالت کرتے ہیں۔

(۲) اس پیشگوئی کے الفاظ جو کچھ بھی تھے ان کا مصداق سر سید احمد خاں صاحب کو ہی سمجھا گیا تھا ورنہ ان کے دوستوں کے لئے ناراض ہونے اور رد چھپوانے کی کوئی وجہ نہ تھی۔

(۳) یہ پیشگوئی بتلا رہی تھی کہ سید صاحب موصوف کو کسی وقت ایسے خطرناک ابتلا سے دوچار ہونا اور ایسی مصیبت سے پالا پڑے گا جو ان کی زندگی کو تلخ کر کے جلد اس کا خاتمہ کر دے گا اگر پیشگوئی میں اس قسم کی مصیبت کا ذکر نہ ہوتا تو ان کے دوست اس کے شائع ہونے پر کبھی ناراض نہ ہوتے اور انہیں تردید کی قطعاً ضرورت محسوس نہ ہوتی۔

(۴) اس پیشگوئی سے سر سید صاحب کو مطلع کر دیا گیا تھا جیسا کہ یاد دلانے کے الفاظ اس پر دلالت کر رہے ہیں۔

(۵) دوستوں کی ناراضگی اور تردید یہ بھی بتلا رہی ہے کہ یہ پیشگوئی ایسے وقت میں کی گئی تھی جبکہ اس کا وقوع میں آنا بعید از قیاس نظر آ رہا تھا۔ کیونکہ حالات اس وقت یہ تھے کہ سید صاحب کا ستارہ اقبال اس وقت بڑے عروج پر تھا۔ C.S.I کا خطاب وہ حاصل کر چکے تھے۔ وائسرے کی کونسل کے ممبر بن چکے تھے۔ یورپ کی کئی ایسی بلند پایہ سوسائٹیوں کی ممبری کا شرف انہیں حاصل تھا جن کی ممبری بجز ممتاز لوگوں کے کسی کو حاصل نہ تھی۔ گورنمنٹ کی نظر میں وہ اس قدر ممتاز حیثیت رکھتے تھے کہ بعض موقعوں پر قواعد کو بالائے طاق رکھ کر انہیں عزت بخشی گئی۔ مثلاً پرنس آف ویلز کی لوی میں جہاں بجز ملٹری مین کے کسی سویلین کو شرکت کی اجازت نہ ہوتی تھی انہیں شرکت کی خاص اجازت دی گئی۔ کوئی کمشن نہ تھا جس کی ممبری کا شرف انہیں حاصل نہ ہوتا تھا۔ پس اگر ایک طرف گورنمنٹ ان کی پشت پناہی بن کر ان کے ہر کام میں ان کی طرف اپنی امداد کا ہاتھ بڑھا رہی تھی اور کوئی موقعہ ان کی عزت افزائی کا نہیں آتا تھا جس کو وہ ہاتھ سے جانے دے اور ان کی ترقی کی دل سے خواہاں اور اس کے راستہ میں ہر قسم کی سہولتیں بہم پہنچانے میں کوئی کمی نہیں ہونے دیتی تھی۔ تو دوسری طرف محمڈن کالج کی کامیابی کے ساتھ بنیاد رکھنے

اور مسلمانان ہند کی خیر خواہی اور دنیوی بہتری کے دیگر بہت سے کام سرانجام دینے کی وجہ سے خود
مسلمانوں کے دلوں میں بھی ان کی عزت و محبت دن بدن زیادہ سے زیادہ گھر کرتی جا رہی تھی
پس ایسا شخص جس کی چاروں طرف سے عزت افزائی ہی عزت افزائی ہو رہی ہو اور کامیابی جس
کے ہر موقعہ پر قدم چوم رہی ہو اور ہر دن جو چڑھتا ہو اس کے لئے خوشی لانے کا موجب ہو ایسے شخص
کے متعلق جہاں تک ظاہری اسباب کا تعلق ہے۔ کوئی شخص یہ وہم بھی نہیں کر سکتا تھا کہ اس پر ایسا
سخت وقت بھی آنے والا ہے۔ جو اس کی خوشیوں کے محل کو یکدم دھڑام سے گرا دے گا۔ اور
رنج و غم کے اس قدر گھنے بادل اس کے آرام و آسائش کے آسمان پر چھا کر دکھ درد کی اس قدر
آگ اس پر برسائیں گے کہ اس کے چمن کا ہرا بھرا باغ جلا کر خاکستر کر دیں گے اور کوئی دوست
غمگسار اس کی مصیبت کو ہلکا نہیں کر سکے گا اور لا تجزی نفس عن نفس شیئاً کا نظارہ
اس دنیا میں ہی اس کے سامنے آ جائے گا۔ اور آخر اسی غم کی حالت میں ہی وہ قبل از وقت قبر سے
ہمکنار ہونے پر مجبور ہو جائے گا۔ لیکن وہ خدا جس کی صفت اس کی پاک اور کامل کتاب قرآن مجید نے

عالم الغیب والشہادۃ وھو بکل شیئ علیم وقد

احاطہ بکل شیئ علما بیان کی ہے۔ اور جس کے وصف میں بتلایا ہے انہ ھو اضحک
وابکی وہ یہ سب کچھ جانتا تھا۔ اور چونکہ اس کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ اپنے خاص مقرب بندوں
کو اس قسم کے عظیم الشان غیبوں پر وقتاً فوقتاً مطلع کرتا رہتا ہے۔ اس لئے اس نے اس زمانہ
کے لئے اپنے واحد مقرب مرزا غلام احمد قادیانی کو اس غیب پر مطلع کیا اور چونکہ اس وقت
کے حالات کے ماتحت یہ خبر ان ہونی نظر آتی تھی۔ اس لئے سید صاحب کے دوستوں نے
اسکو بعید از قیاس یقین کر کے اس پر نہ صرف اظہار ناراضگی کیا بلکہ اس کو ناممکن الوقوع قرار دیتے
ہوئے اس کی تردید بھی شائع کی لیکن انہیں کیا معلوم تھا کہ مصائب و ابتلاؤں کے متعلق خدا کی

بتلائی ہوئی خبریں اگر توبہ واستغفار سے کام نہ لیا جائے یا خدا کے مقربوں کی طرف برائے دعا رجوع نہ کیا جائے ۔ ضرور پوری ہو کر رہتی ہیں ۔ چنانچہ عالم روحانی کے اس قانون کے مطابق گیارہ برس کے بعد پیشگوئی نے اپنا رنگ دکھلانا شروع کیا ۔ اور سر سید احمد خان صاحب ان خطرناک مصائب کا شکار ہو کر رہے جنہوں نے جان لئے بغیر ان کا پیچھا نہ چھوڑا ۔ اور ان کے وہ دوست جو پیشگوئی کے وقت ان کی حمایت میں آوازیں بلند کر رہے تھے اور خدا کے مقرب بندہ کو ڈانٹ رہے تھے ۔ وہ ان کی مدد کے لئے ایک انگلی بھی نہ ہلا سکے ان فی ذالک لعبرۃ لمن یخشی ۔

۶ ۔ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں سر سید احمد خاں صاحب کے متعلق مندرجہ پیشگوئی جب پوری ہوئی یعنی ایسا صدمہ انہیں پہنچ گیا جس نے انہیں شدید ہم و غم میں مبتلا کر دیا تو نہ صرف خود سید صاحب کو پیشگوئی کے پورا ہونے کے متعلق توجہ دلائی گئی ۔ بلکہ اس زمانہ کے لوگوں کو زوردار الفاظ میں اکسایا گیا کہ وہ سید صاحب سے دریافت کریں کہ کیا ان کی جان کو زیر و زبر کر دینے والا صدمہ پہنچا ہے ۔ یا نہیں ۔

۸ ۔ سید صاحب کے مذہبی خیالات سے جو لوگ واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ سید صاحب نہ صرف اس قسم کی پیشگوئیوں کو لغو یقین کرتے تھے اور ان کی طبیعت کی افتاد سے واقف لوگ یہ بھی جانتے تھے کہ وہ اپنے خیالات کے خلاف کسی بات کو برداشت نہیں کر سکتے تھے اور اسکی تردید کے لئے فوراً اپنی قلم کو جنبش میں لاتے تھے پس اگر حضرت مرزا صاحب کا یہ بیان غلط ہوتا تو وہ قطعاً خاموش نہیں بیٹھ سکتے تھے ان کی طرف سے ضرور اس کی تردید فوراً شائع ہو جاتی پس ان کا اور ان کے دوستوں کا جو پیشگوئی کے شائع ہونے پر تردید کے لئے فوراً اٹھ کھڑے ہوتے تھے اس موقعہ پر خاموشی صاف بتلا رہی ہے ۔ کہ

ان کے دل پیشگوئی کی سچائی اور اسکے حق ہونے کے قائل ہو گئے تھے۔

پس جبکہ اس وقت فریقین یعنی پیشگوئی کرنے والا اور پیشگوئی کا مصداق دونوں اس بیان کے درست ہونے پر متفق تھے۔ اور اس زمانہ کے دوسرے لوگوں نے بھی اس بیان کی سچائی کو چیلنج نہیں کیا تو آج ۵۲ سال کے بعد ایسے لوگوں کا جن کا اس وقت نام و نشان بھی نہ تھا یہ کہنا کہ اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں اس مضمون کی کوئی پیشگوئی موجود نہیں کیا وقعت رکھتا ہے۔ اہل انصاف دوست خود ہی اندازہ کر لیں مجھے اس پر کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔

پیشگوئی کا پس منظر اس وقت تک میں نے بالواسطہ طور پر پیشگوئی کے وجود اور اس کے پورا ہونے کو ثابت کیا ہے۔ لیکن اب میں ایک طرف خود اشتہار مذکور سے اس پیشگوئی کا وجود اور دوسری طرف واقعات سے اس کے پورا ہونے کا ثبوت دینا چاہتا ہوں تا قارئین کرام کی مزید تسلی کا باعث ہو۔ سو پہلے میں پیشگوئی کے وجود کا ثبوت پیش کرتا ہوں اس کے ثبوت کے لئے اشتہار کی اصل عبارت سے قارئین کرام کا آگاہ ہونا ضروری ہے لیکن اس کے نقل کرنے سے قبل ضروری ہے کہ اشتہار میں مندرج ان تمام پیشگوئیوں کے پس منظر سے بھی احباب کو مطلع کر دیا جائے جس کے بغیر ان پیشگوئیوں کی حقیقت کو سمجھنا مشکل ہے۔ بات یہ ہے کہ جس وقت حضرت مرزا صاحب نے مذہبی دنیا میں قدم رکھا تو تمام ادیان مشہورہ کے پیرؤں اور دیگر فلاسفروں کو اسلام پر حملہ آور پایا تمام قومیں اسلام کو مٹانے کے درپے تھیں اور ہر ایک قوم اسلام کے منجانب اللہ ہونے یا اس کے کامل اور تمام دنیا اور تمام زمانوں کے لئے ہدایت کے سامان رکھنے کے دعوے کی سچائی کے متعلق مسلمانوں کے دلوں میں وساوس پیدا کرنے کی کوشش میں مصروف نظر آتی تھی اور ان کی طرف سے اعتراضات

کی بوچھاڑ ہو رہی تھی اور علمائے اسلام ان کے جواب سے عاجز ہو رہے تھے جس کا نتیجہ یہ ہوا
کہ مسلمانوں کے دلوں میں یہ وساوس جڑھ پکڑتے گئے اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ خود مسلمانوں
میں سے بھی تعلیمیافتہ طبقہ نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ اسلام اب Spent Force
یعنی ختم شدہ طاقت ہے بہت سے مسلمان اسلام کو چھوڑ کر عیسائی ہو چکے تھے۔ بہت سے
یورپ کے فلسفہ کے اثر کے نیچے یا تو دل سے بالکل دہریہ ہو گئے تھے اور اپنی مجلسوں میں
اسلام پر ہنسی اڑاتے تھے اور یا اسلام کے عقائد صحیحہ کو توڑ مروڑ کر اس زمانہ کے فلسفہ کے
مطابق بنانے کی کوشش میں ہمہ تن مصروف تھے۔ قرآن کریم کو خدا تعالیٰ کے الفاظ تسلیم
کرنے سے انکار کیا جا رہا تھا معجزات اور خوارق کے وجود کو خلاف قانون قدرت ٹھہرا کر
رد کیا جا رہا تھا۔ قرآن کریم اور رسول پاک صلعم کی روحانی قوتوں کو ایک خیالی چیز گردانا
جا رہا تھا۔ اور اسی مؤخر الذکر گروہ میں سر سید احمد خاں صاحب پیش پیش تھے۔ عین اس
وقت جبکہ اسلام کی کشتی اعتراضات کے بھنور میں پھنسی ہوئی تھی اور ہر لمحہ اس کے تختہ تختہ
ہو جانے کا انتظار کیا جا رہا تھا۔ خدا تعالیٰ جس نے اسلام کو کامل مذہب کی شکل میں اتارا تھا اور
جس نے انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون کے پرجلال و پرشوکت الفاظ کے
ساتھ اس کی دائمی حفاظت کا وعدہ کیا تھا اس کی مدد کے لئے آگے بڑھا اور حضرت مرزا
صاحب کو مجدد زمان کے عہدہ پر سرفراز فرما کر تمام ادیان اور تمام فلسفوں پر اسلام کی
برتری ثابت کرنے کا کام سپرد کیا چنانچہ اگر حضرت مرزا صاحب نے ایک طرف دلائل کے
میدان میں تمام حامیان دیگر مذاہب کو پچھاڑ کر رکھ دیا تو دوسری طرف اسلام کی روحانی
تاثیروں کو ثابت کرنے کے لئے سب مذاہب کے پیشواؤں کو مقابلہ کے لئے للکارا اور بڑی
بڑی زبردست پیشگوئیوں کے ذریعہ جو خدا تعالیٰ کی صفات کو اظہر من الشمس کرنے والی

تھیں اور اس کے وجود پر یقین و ایمان پیدا کرنے کا موجب تھیں دنیا پر ثابت کر دیا کہ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے اور محمد رسول اللہ صلعم ہی ایک ایسے رسول ہیں۔ جن کی سچی پیروی سے انسان خدا تعالیٰ کے اتنا قریب ہو سکتا ہے۔ کہ اس کے کلام کو سن لے اور اس بات کا ثبوت کر وہ کلام خدا کا ہی کلام ہے ملہم کے نفس یا شیطان کا نہیں وہ زبردست پیشگوئیاں ہوتی ہیں۔ جن پر وہ کلام مشتمل ہوتا ہے۔ اور جو اپنے اندر اس قدر غیب کی خبریں رکھتی ہیں۔ کہ جن تک انسانی عقل یا انسانی علم کو قطعاً رسائی نہیں ہو سکتی اور جن کے اندر خدا کی قدرتوں اور اس کے علم کے اس قدر چشمے پھوٹ رہے ہوتے ہیں۔ کہ انسانی علوم اور طاقتوں کو وہاں دم مارنے کی مجال نہیں۔

پس اسلام کی ان روحانی تاثیروں کو ثابت کرنے کے لئے اور تمام ادیان اور اسلامی تعلیم کے خلاف تمام عقیدہ رکھنے والوں پر جن میں سر سید احمد خان صاحب بھی شامل تھے اتمام حجت کی غرض سے اللہ تعالیٰ نے اپنے مبعوث کردہ مجدد کے دل پر چند اسرار مخفیہ اور اخبار غیبیہ منکشف کیں جو اس وقت کے حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے بظاہر ناممکن الوقوع نظر آتی تھیں تا ان کے پورا ہونے سے ایک طرف خدا کی ہستی کا جس کے متعلق مختلف قسم کے شکوک میں لوگ مبتلا تھے یقینی ثبوت ان کے ہاتھ میں آجائے اور دوسری طرف موجودہ زمانہ میں اسلام کے ہی الٰہی مذہب اور ہادی ہونے پر مہر تصدیق ثبت ہو جائے چنانچہ قارئین کرام جب ان تمام پیشگوئیوں پر اطلاع پائیں گے تو ان کو پتہ لگ جائے گا کہ کس طرح یہ پیشگوئیاں اس بیان کردہ مقصد کو پورا کر رہی ہیں۔

ان پیشگوئیوں کے متعلق حضرت مرزا صاحب کے اپنے الفاظ

اللہ تعالیٰ نے جب حضرت مرزا صاحب پر ان اخبار غیبیہ

کا انکشاف کیا تو حضور نے ایک رسالہ "سراج منیر" مشتمل بر نشانہائے قدیر" تصنیف کرنے کا ارادہ کیا تا اس میں ان پیشگوئیوں کا مفصل ذکر کریں تا وہ پوری ہو کر تمام قوموں پر اتمام حجت کا کام دیں۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں۔

"یہ رسالہ اس احقر مؤلف براہین احمدیہ نے اس غرض سے تالیف کرنا چاہا ہے کہ تا منکرین حقیقت اسلام و مکذبین رسالت حضرت خیر الانام علیہ و آلہ الف الف سلام کی آنکھوں کے آگے ایک ایسا چمکتا ہوا چراغ رکھا جائے جس کی ہر ایک سمت سے گوہر آبدار کی طرح روشنی نکل رہی ہے اور بڑی بڑی پیشگوئیوں پر جو ہنوز وقوع میں نہیں آئیں مشتمل ہے۔ چنانچہ خود خدا اللہ کریم جلشانہ و عز اسمہ نے جس کو پوشیدہ بھیدوں کی خبر ہے۔ اس ناکارہ کو بعض اسرار مخفیہ و اخبار غیبیہ پر مطلع کر کے بار عظیم سے سبکدوش فرمایا، حقیقت میں اسی کا فضل ہے۔ اور اسی کا کام جس نے چارطرف کشاکش مخالفوں و موافقوں سے اس ناچیز کو مخلصی بخشی قصہ کوتاہ کرد ورنہ درد سر بسیار بود۔ اب یہ رسالہ قریب الاختتام ہے، اور انشاء اللہ القدیر صرف چند ہفتوں کا کام ہے۔ اور اس رسالہ میں تین قسم کی پیشگوئیاں ہیں۔"

اول وہ پیشگوئیاں جو خود اس احقر کی ذات سے تعلق رکھتی ہیں یعنی جو کچھ راحت یا رنج یا حیات یا وفات اس ناچیز سے متعلق ہے یا جو کچھ تفضلات و انعامات الٰہیہ کا وعدہ اس ناچیز کو دیا گیا ہے۔ وہ ان پیشگوئیوں میں مندرج ہے دوسری وہ پیشگوئیاں جو بعض احباب یا عام طور پر کسی ایک شخص یا بنی نوع سے متعلق ہیں۔ اور ان میں سے ابھی کچھ کام باقی ہے اگر خدا تعالیٰ نے چاہا تو وہ بقیہ بھی طے ہو جائے گا۔ تیسری وہ پیشگوئیاں جو خبر مذاہب کے

پیشواؤں یا واعظوں یا ممبران سے تعلق رکھتی ہیں۔

اشتہار کے شائع کرنے کی وجہ لیکن اس رسالہ کے شائع کرنے سے قبل حضورؑ نے ایک اشتہار شائع کرنا ضروری سمجھا تا اس میں ان پیشگوئیوں کی نوعیت کا ذکر کر کے اشخاص متعلقہ سے پہلے دریافت کر لیا جائے کہ آیا وہ اپنے متعلق ان پیشگوئیوں کا شائع ہونا پسند بھی کرتے ہیں یا نہیں۔ چنانچہ اشتہار ۲۰ رفروری ۱۸۸۶ء اسی غرض کے لئے شائع کیا گیا جیسا کہ حضور فرماتے ہیں :۔

" با ایں ہمہ اگر کسی صاحب پر کوئی ایسی پیشگوئی شاق گذرے تو وہ مجاز ہیں کہ یکم مارچ ۱۸۸۶ء سے یا اس تاریخ سے جو کسی اخبار میں پہلی دفعہ یہ مضمون شائع ہو ٹھیک ٹھیک دو ہفتہ کے اندر اپنی دستخطی تحریر سے مجھ کو اطلاع دیں تا وہ پیشگوئی جس کے ظہور سے وہ ڈرتے ہیں۔ اندراج رسالہ سے علیحدہ رکھی جائے اور موجب دل آزادی سمجھ کر کسی کو اس پر مطلع نہ کیا جائے اور کسی کو اس کے وقت ظہور سے خبر نہ دی جائے۔"

چنانچہ اس اشتہار کے شائع ہونے پر منشی اندرمن مراد آبادی اور پنڈت لیکھرام نے جن کے متعلق حضور نے اسی اشتہار میں لکھا تھا کہ :۔

" منشی اندرمن صاحب مراد آبادی و پنڈت لیکھرام صاحب پشاوری وغیرہ جن کی قضاء وقدر کے متعلق غالباً بقید وقت و تاریخ کچھ تحریر ہوگا" اپنے اپنے جواب بھجوائے منشی اندرمن صاحب نے تو لکھا کہ ان کے متعلق کچھ شائع نہ کیا جائے اس لئے ان کے متعلق مزید کچھ شائع نہ کیا گیا۔ لیکن ان کی موت کے متعلق جو الٰہی فیصلہ جاری ہو چکا تھا اور جو حضور پر منکشف کر دیا گیا تھا اس کے مطابق وہ جلد فوت ہو گئے لیکن لیکھرام نے شائع کرنے کی اجازت تو دے دی لیکن ساتھ ہی بعض ایسے امور کا شائع کرنا بھی ضروری

قرار دیا جن کا انکشاف حضور پر اس وقت تک نہ ہوا تھا چنانچہ لیکھرام صاحب کے ساتھ یہ سلسلہ جنبانی جاری رہی یہاں تک کہ وہ وقت آ گیا کہ حضور پر اس کی ذات سے تعلق رکھنے والی پیشگوئی کی تمام تفاصیل منکشف کر دی گئیں جن کے مطابق وہ ایک نامعلوم ہاتھ سے قتل ہوا اور اس کی زبان کی چھری جو وہ رسول کریم صلعم کے خلاف چلاتا رہتا تھا متمثل ہو کر ایک طرف اسے دائمی لعنت کا وارث بنا گئی اور دوسری طرف اس بات کو واضح کر گئی کہ ہندو مذہب اب خدا کی حمایت سے محروم ہو چکا ہے۔ اور اب وہ الٰہی مذہب کہلانے کا مستحق نہیں رہا اور اسلام ہی اب ایسا مذہب ہے جسے خدا کی تائید و حمایت حاصل ہے۔

باقی اشخاص کے متعلق پیشگوئیوں کی نوعیت | ان دو شخصوں کے علاوہ باقی اشخاص کے متعلق جو پیشگوئیاں آپ پر منکشف ہوئیں تھیں ان کی نوعیت کا اجمالی نقشہ حضور نے مندرجہ ذیل الفاظ میں کھینچا ہے۔

"باوجود اس رحمت عام کے کہ جو فطری طور پر خدائے بزرگ و برتر نے ہمارے وجود میں رکھی ہے اگر کسی کی نسبت کوئی بات ملائم یا کوئی پیشگوئی وحشتناک بذریعہ الہام ہم پر ظاہر ہو تو وہ عالم مجبوری ہے۔ جس کو ہم غم سے بھری ہوئی طبیعت کے ساتھ اپنے رسالہ میں تحریر کریں گے چنانچہ ہم پر خود اپنی نسبت اپنے بعض جدی اقارب کی نسبت اپنے* فلاسفر قومی بھائیوں کی نسبت کہ گویا نجم الہند ہیں اور ایک دیسی امیر نو وارد پنجابی الاصل کی نسبت بعض متوحش خبریں جو کسی کے ابتلاء اور کسی کے موت و فوت اور کسی کی خود اپنی موت پر دلالت کرتی ہیں جو انشاء اللہ القدیر بعد تصفیہ لکھی جائیں گی منجانب اللہ منکشف ہوئی ہیں۔"

* بعض دوستوں کی نسبت اور بعض

پانچ کس کے متعلق پیشگوئیاں | عبارت مندرجہ بالا سے عیاں ہے کہ اس میں پانچ اشخاص کے متعلق پیشگوئیاں کی گئی ہیں (۱) اپنی ذات کے متعلق (۲) اپنے بعض

جدی اقارب کے متعلق (۳) اپنے دوستوں کے متعلق (۴) چوتھی پیشگوئی ایک دیسی امیر کے متعلق تھی جس سے مراد دلیپ سنگھ تھا جسے گورنمنٹ نے پنجاب بھیجنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ لیکن حضور کی اس پیشگوئی کے مطابق اسے پنجاب آنا نصیب نہ ہوا اور عدن سے ہی صد ہا حسرتیں دل میں لئے ہوئے اپنے مقصد میں ناکام و نامراد انگلستان کو واپس لوٹا دیا گیا چنانچہ حضور نے قبل از وقت بہت سے لوگوں کو جن میں بڑے بڑے آریہ بھی شامل تھے۔ پیش از وقت بتلا دیا کہ اس دیسی امیر سے مراد دلیپ سنگھ ہے۔ اور جو ابتلا اس کو پیش آنے والا ہے وہ یہی ہے۔ کہ اسے اپنے ملک میں آنا نصیب نہیں ہوگا۔ چنانچہ اس کے ثبوت کے لئے کہ یہ بات پیش از وقوع بتلا دی گئی تھی حضور نے آریوں کو بطور گواہ پیش کیا ہے اور ان سے مطالبہ کیا ہے۔ کہ اگر حضور کا یہ بیان درست نہیں تو وہ حلفاً اس کی تردید کریں مگر کسی آریہ کو تردید کی جرأت نہیں ہوئی دیکھو سرمہ چشم آریہ صفحہ ۱۸۵-۱۸۷ و تحفہ ق صفحہ ۵۶۔

(۵) ایک ایسے شخص کے متعلق جو مسلمان بھی ہے۔ فلاسفر بھی ہے۔ اور ستارۂ ہند کے خطاب سے ممتاز بھی ہے۔ اور یہ سب صفات ایسی واضح ہیں کہ ان کا مصداق بجز سر سید احمد خان صاحب کے اور کوئی ہو ہی نہیں سکتا تھا چنانچہ اشتہار کے شائع ہونے پر خود انہوں نے بھی اور ان کے دوستوں نے بھی ایسا ہی سمجھا اور جیسا کہ پہلے مفصل گذر چکا ہے۔ اس پر اظہار ناراضگی بھی کیا لیکن نام اور وہ کشف جو حضور کو سید صاحب کے متعلق ہوا انہیں صراحتاً اس لئے ذکر نہیں کیا گیا کہ اس کے لئے ان کی اجازت مطلوب تھی جیسا کہ میں ابھی بیان کر چکا ہوں ورنہ جیسا دلیپ سنگھ اور اس کے ابتلاء کے متعلق بہت سے لوگوں کو زبانی اطلاع دے دی گئی تھی اسی طرح سید صاحب اور ان کے ابتلاء کے متعلق بھی لوگوں کو زبانی اطلاع کر دی گئی تھی جیسا کہ حضور تریاق القلوب کے صفحہ ۱۴۹ پر فرماتے ہیں :-

"اور منجملہ ان نشانوں کے جو خدا تعالیٰ نے میری تائید میں ظاہر فرمائے پیشگوئی اشتہار ۱۲۔ مارچ ۱۸۹۷ء ہے۔ جو سید احمد خاں کے سی۔ ایس۔ آئی کی نسبت میں نے کی تھی* جو اسی وقت مشتہر ہو کر ہزاروں انسانوں میں شائع ہو گئی تھی جس کا خلاصہ مطلب یہ تھا کہ سید احمد خاں صاحب کو کئی قسم کی بلائیں اور مصیبتیں پیش آئیں گی چنانچہ ایسا ہی ظہور میں آیا اور وہ ایک عظیم الشان مالی نقصان اٹھا کر بڑی تلخی کے ساتھ اس دنیا سے گذر گئے اور میں نے صدہا انسانوں کے روبرو جو ان میں سے بہت سے اب تک زندہ موجود ہیں۔ اس کشف کو ظاہر کر دیا تھا کہ مجھے خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ علم دیا گیا ہے کہ سید صاحب موصوف بعض سخت تکالیف اٹھا کر بعد اس کے جلد تر اس عالم ناپائدار سے گذر جائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ظہور میں آیا اور بعض اولاد کی موت کا بھی حادثہ انہوں نے دیکھا اور سب سے زیادہ یہ کہ ایک شریر ہندو کی خیانت کی وجہ سے اس قدر مالی نقصان ان کو اٹھانا پڑا کہ وہ سخت غم کا صدمہ جان کی اندرونی قوتوں کو یکدفعہ سلب کر گیا چنانچہ اس کشف کے مطابق سر سید احمد خاں صاحب پر چار خطرناک مصائب کا حملہ ہوا جنہوں نے آخر ان کی زندگی کا خاتمہ کر دیا ان کی تفصیل اپنے موقعہ پر لکھی جائے گی اس جگہ صرف یہ دکھلانا مقصود ہے کہ کشف مذکور کی صداقت اس سے بھی ظاہر ہوتی ہے کہ سید صاحب کے صدمات عظیمہ کے شکار ہونے کے بعد جب کشف کے آخری حصہ (ان کی موت) کے پورا ہونے کا وقت قریب آیا تو اللہ تعالیٰ نے دوبارہ حضرت مرزا صاحب سے ان کے جلد فوت ہونے کی پیشگوئی کرائی جسے حضور نے ۱۲۔ مارچ ۱۸۹۷ء کے اشتہار کے ذریعہ مشتہر کیا اور اس پیشگوئی کے مطابق پورے ایک سال اور پندرہ دن بعد یعنی ۲۷۔ مارچ ۱۸۹۸ء کو ان کی وفات وقوع میں آئی۔

اشتہار میں کافی تفصیل موجود ہے | اگرچہ میں نے لکھا ہے کہ اشتہار میں

* اس پیشگوئی سے اول ایک اور پیشگوئی اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں کی گئی تھی

پیشگوئی کی تفصیل دینے سے اجتناب کیا گیا ہے، اور یہ جیسا کہ واضح کیا جا چکا ہے۔ ایک خاص ضرورت کے ماتحت تھا لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اشتہار سید صاحب پر آنے والے صدمہ اور اس کے نتیجہ یعنی موت کے ذکر سے بالکل خالی ہے، بلکہ جن الفاظ میں سید صاحب کے متعلق پیشگوئی کا ذکر کیا گیا ہے وہ بھی صدمات اور ان کے نتیجہ کے متعلق اپنے اندر کافی تفصیل رکھتے ہیں اور ایک غور کرنے والے انسان کی تسلی کے لئے کافی سے زیادہ مواد ان کے اندر موجود ہے تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ جیسا کہ میں پہلے بیان کر آیا ہوں کہ پیشگوئیاں مندرجہ اشتہار تین اقسام کی ہیں اول حضرت مرزا صاحب کے اپنی ذات کے متعلق دوسرے بعض احباب کے متعلق جن سے مراد آپ کے جدی اقارب اور آپ کے دوست مجموعی حیثیت سے ہیں یا کسی ایک شخص کے متعلق اس سے مراد سر سید صاحب و دلیپ سنگھ ہیں۔ تیسرے غیر مذاہب کے پیشواؤں یا واعظوں یا ممبروں کے متعلق جن میں سے حضور نے بطور نمونہ صرف منشی اندرمن اور لیکھرام کا ذکر کیا ہے۔

اپنی ذات کے متعلق پیشگوئیاں ان میں سے اپنی ذات اور اپنے جدی اقارب اور اپنے دوستوں کے متعلق تو اشتہار مذکور میں مفصل پیشگوئیوں کا ذکر ہے۔ چنانچہ اپنی ذات کے متعلق حضور نے مندرجہ ذیل سات پیشگوئیاں تحریر فرمائیں۔

۱۔ تیرے نام کو عزت کے ساتھ تا انقطاع دنیا قائم رکھا جائے گا۔

۲۔ تیری دعوت کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔

۳۔ وہ لوگ جو تیری ذلت اور تیری ناکامی کے خواہاں ہوں گے وہ خود ذلیل اور ناکام مریں گے اور ان کے مقابلہ میں تجھے بکلی کامیابی نصیب ہوگی۔

۴۔ تیرے خالص اور دلی محبوں کا گروہ بھی بڑھاؤں گا۔

۵۔ تیری نسل بہت ہوگی اسے بہت بڑھاؤں گا اور برکت دوں گا اور تا قیامت منقطع نہیں ہوگی۔

۶۔ تیری نسل کثرت سے ملکوں میں پھیل جائے گی۔

۷۔ بعض ان میں سے کم عمری میں فوت بھی ہوں گے۔

ان سات پیشگوئیوں پر اگر کوئی شخص خشیتہ اللہ کو دل میں رکھ کر غور کرے گا تو نہ صرف یہ کہ خدا تعالےٰ کی ہستی پر اسے کامل یقین پیدا ہو جائے گا اور بصیرت سے بھرا ہوا ایمان اسے نصیب ہوگا بلکہ حضرت مرزا صاحب کی صداقت بھی اس پر روز روشن کی طرح واضح ہو جائے گی۔ یہ ۱۸۸۶ء کے ابتدا کی پیشگوئیاں ہیں اور باوجود اس کے کہ بڑے بڑے بارسوخ و با اثر آدمیوں نے انفرادی طور پر اور تمام قوموں نے مجموعی حیثیت سے حضور کے نام کو مٹانے اور حضور کو ذلیل کرنے اور حضور کی دعوت کو پھیلنے سے روکنے کی انتہائی کوششیں کیں۔ لیکن ان کی کوئی پیش نہیں گئی۔ اور سب لوگ جانتے ہیں کہ وہ تمام لوگ کس طرح اپنے مقصد میں ناکام و نامراد رہے اور کس طرح خدا کا یہ بندہ دن دگنی اور رات چوگنی ترقی کرتا گیا اور کس طرح اس کا نام عزت کے ساتھ دنیا میں پھیل گیا اور کس طرح اس کی دعوت نے تمام عالم کو اپنی لپیٹ میں لیا ہوا ہے۔ اور کس طرح روز بروز آپ کے محبوں اور مخلصوں کی تعداد بڑھتی جاتی ہے۔

پھر اگر کوئی ٹھنڈے دل سے اس امر پر بھی غور کرے کہ کیا انسان کے مقدور میں ہے کہ وہ اپنی نسل کو بڑھا سکے یا موت و حیات پر تصرف کر سکے اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو وہ دیکھے کہ کس زور کے ساتھ نسل کی ترقی اور بعض کی کم عمری میں فوت ہو جانے کی بھی پیشگوئی کی گئی ہے۔ انسان چند لمحوں کے لئے بھی اپنی زندگی کا ضامن نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ وہ اپنی

نسل کے پھیلنے اور تا قیامت قائم رہنے کی ذمہ داری سے لے اب ایک طرف ان پیشگوئیوں
کو سامنے رکھو اور دوسری طرف واقعات کی شہادت پر غور کرو تو کیا اس شخص کی صداقت
پر ایک ذرہ بھی شبہ رہ سکتا ہے، کیا اب اس حقیقت سے کوئی ایک شخص بھی انکار کر سکتا
ہے کہ پیشگوئی کے مطابق اگر ایک طرف حضور کی نسل دن بدن بڑھتی جا رہی ہے۔ اور ملکوں
میں پھیلتی جا رہی ہے۔ تو دوسری طرف بعض کم عمری میں فوت بھی ہوئے ہیں۔ کیا یہ دونوں
متقابل پہلوؤں پر پیشگوئی کا صفائی کے ساتھ پورا ہونا اس بات کو وضاحت سے ثابت
نہیں کرتا کہ یہ پیشگوئیاں کسی انسانی دماغ کے غور و فکر کا نتیجہ نہیں بلکہ اس ہستی کی طرف سے
ہیں جس کو زمین و آسمان اور اس کے ہر ذرہ پر کامل تصرف حاصل ہے اور جس کے حکم کو کوئی
چیز ٹال نہیں سکتی پھر اگر ان پیشگوئیوں پر غور کرتے وقت اس بات کو بھی مدنظر رکھ لیا جائے
کہ یہ تمام پیشگوئیوں کا اعلان اس وقت کیا گیا کہ جب دوسری بیوی سے ایک بھی بچہ موجود
نہ تھا۔ اور پہلی بیوی سے دو لڑکوں کے بعد اولاد ہونی بند ہو چکی تھی۔ تو پیشگوئی کی عظمت اور
بھی بڑھ جاتی ہے۔ کیا اس زمانہ کے لوگوں کے لئے جو ان تمام پیشگوئیوں کو اپنی آنکھوں سے
پورا ہوتے دیکھ رہے ہیں۔ ان کے اندر انہیں ظلمات سے نور کی طرف لانے کے لئے
کافی سامان موجود نہیں ہے۔ اور یقیناً ہے۔ اگر وہ آنکھوں سے تعصب کی پٹی اتار کر
ان پر غور کریں اور کیا یہ سب واقعات حضور کے اعلان

"آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے ۔۔۔ لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے"

کو مبنی بر حقیقت ثابت نہیں کر رہے اور یہ نہیں بتلا رہے۔ کہ یہ شخص فی الحقیقت دنیا
کے لوگوں کو خدا کے نور سے منور کرنے اور ان کے دلوں کی تسلی کے لئے خدا کی طرف سے
وافر سامان لے کر آیا تھا۔

جدی اقارب کے متعلق پیشگوئیاں اپنی ذات اور اپنے خاندان کے متعلق پیشگوئیاں کرنے کے بعد اپنے جدی اقارب کے متعلق مندرجہ ذیل تین پیشگوئیاں فرماتے ہیں:۔

۱۔ ہر ایک شاخ تیرے جدی بھائیوں کی کاٹی جائے گی۔

۲۔ وہ جلد لاولد ہو کر ختم ہو جائیں گے۔ توبہ کرنے والا اس سزا سے محفوظ رہے گا۔

۳۔ ان کے گھر بیواؤں سے بھر جائیں گے کیا پُر شوکت اور خدا تعالےٰ کی قدرتوں کو ظاہر کرنے والا تقابل ہے۔ ایک طرف ایک خاندان کی تا قیامت سرسبز رہنے اور دوسری طرف دوسرے خاندان کے لاولد رہ کر ختم ہو جانے کی زبردست پیشگوئی کی جارہی ہے۔ دوستو! خدا کے لئے سوچو کہ کیا یہ انسانی اقتدار میں ہے کہ ایک خاندان کے خاندان کے ختم ہونے کے متعلق اعلان کر دے اور پھر اسی طرح وقوع میں بھی آجائے پھر یہ بھی قابل غور ہے کہ اس اعلان میں یہ بھی تبلا دیا جاتا ہے کہ اس خاندان کے مرد پہلے مریں گے عورتیں بیوہ رہ جائیں گی کیا یہ بھی کسی انسان کے اعتیار میں ہے کہ مردوں پر موت پہلے وارد کرے اور عورتوں پر بعد میں پھر ساتھ ہی اعلان میں یہ بھی زیادہ کر دیا جاتا ہے کہ توبہ کرنے والا اس سزا سے محفوظ ہو جائے گا اب وہ لوگ جو ہر بات کی علت صرف مادی اسباب کو ہی قرار دیتے ہیں۔ غور کریں کہ توبہ کرنا کونسا مادی سبب ہے۔ لیکن ہوتا اسی طرح ہے وہ سارا خاندان تباہ ہو جاتا ہے، اور سب کے سب لاولد رہتے ہیں لیکن اس خاندان کا صرف وہی ایک نوجوان اولاد کی نعمت سے متمتع کیا جاتا ہے۔ جو احمدی ہو جاتا ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

دوستوں کے متعلق پیشگوئیاں | اپنی ذات اور جدی اقارب کے بعد دوستوں کے متعلق مندرجہ ذیل تین پیشگوئیاں فرماتے ہیں :۔

۱۔ تیرے خالص اور دلی محبوں کے نفوس و اموال میں برکت دوں گا۔

۲۔ ان میں کثرت بخشوں گا۔

۳۔ وہ حاسدوں اور معاندوں کے گروہ پر تا قیامت غالب رہیں گے۔ یہ تمام پیشگوئیاں بھی پہلی پیشگوئیوں کی طرح صفائی سے پوری ہوئیں ہیں۔ اس حقیقت سے کون انکار کرسکتا ہے کہ یہ پیشگوئی جس وقت کی گئی اس وقت آپ کے ساتھ تعلق رکھنے والے صرف چند آدمی تھے اور ان میں سے بھی دعوی مسیحیت کے وقت بعض علیحدہ ہوگئے۔ لیکن باوجود شدید مخالفت کے آپ کے محبوں کا گروہ دن بدن بڑھتا گیا اور بڑھتا چلا جارہا ہے۔ ان کے اموال میں جو برکت خدا نے دی وہ بھی اظہر من الشمس ہے۔ کہ جس قدر خدمت اسلام حضور کے خدام کے اموال سے ہوئی ہے۔ اس کی نظیر ملنی محال ہے۔ نبی کریم صلعم فرماتے ہیں کہ وہ شخص قابل رشک ہیں۔ ایک وہ جسے دین کا علم دیا جائے اور وہ اسے پھیلائے اور دوسرا وہ جسے مال دیا جائے اور وہ اسے خدا کی راہ میں خرچ کرے۔ پھر غلبہ والی پیشگوئی بھی واضح ہے۔ جن عقائد کو احمدی جماعت نے اختیار کیا وہ آہستہ آہستہ سب کے سب اسلامی دنیا میں مقبول ہوتے جاتے ہیں۔ ان کے دلائل کے سامنے سب مخالفین ہتھیار ڈال چکے ہیں۔ پھر اس لحاظ سے بھی انہیں غلبہ حاصل ہے کہ اسلام کے پھیلانے میں جس قدر جماعت احمدیہ کی کوششوں کا دخل ہے اس کا عشر عشیر بھی دوسرے مسلمانوں کو حاصل نہیں دوست و دشمن ان کوششوں کے مفید اور بارآور ہونے کے اب معترف ہو چکے ہیں۔

اس میدان میں جماعت احمدیہ کی ان کامیابیوں کو سامنے رکھتے ہوئے آیت ما کنت متخذ المضلین عضدا کو بھی سامنے رکھیں اور خود بھی فیصلہ کریں کہ جماعت احمدیہ کو گمراہ یا گمراہ کرنے والا قرار دینے والے کہاں تک حق بجانب ہیں۔

سر سید صاحب کے متعلق پیشگوئی کی نوعیت کی تعیین

اب جبکہ اپنی ذات اپنے جدی اقارب اپنے دوستوں اور دلیپ سنگھ کے متعلق پیشگوئیوں کی نوعیت واضح ہو گئی تو اب صرف پانچویں پیشگوئی جو سر سید کے متعلق ہے اس کی نوعیت کی تعیین باقی رہ جاتی ہے۔ سو اگر تمام مندرجہ بالا حقیقت کو سامنے رکھتے ہوئے غور کیا جائے تو اس کی تعیین میں بھی کوئی دقت باقی نہیں رہتی الفاظ پیشگوئی کے یہ ہیں:-

"اور بعض اپنے فلاسفر قومی بھائیوں کی نسبت کو گویا نجم الہند ہیں اور ایک دیسی امیر نووارد پنجابی الاصل کی نسبت بعض متوحش خبریں جو کسی کے ابتلاء اور کسی کی موت و فوت اعزہ اور کسی کی خود اپنی موت پر دلالت کرتی ہیں۔ منجانب اللہ منکشف ہوئی ہیں"

ان الفاظ سے واضح ہے کہ حضور پر ان دو شخصوں کے متعلق جو کچھ منکشف ہوا ہے وہ متوحش خبروں پر مشتمل ہے۔ اور یہ کہ ان میں سے ایک تو محض ابتلاء یعنی سخت مصیبت کا شکار ہوگا اور دوسرے کو علاوہ سخت مصیبت کے موت اعزہ کا بھی صدمہ اٹھانا پڑے گا اور اس کے ساتھ یہ بھی کہ اس کی مصائب کا خاتمہ اس کی اپنی موت پر ہوگا اب دلیپ سنگھ کے متعلق تو اس وقت واضح کر دیا گیا تھا کہ اس کا ابتلاء صرف یہی ہے کہ اسے اپنے ملک میں آنا نصیب نہ ہوگا اور وہ اپنے اس مقصد میں ناکام و نامراد رہے گا۔ اور واقعات کی شہادت بھی یہی ہے کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک اس کے ابتلاء سے یہی مراد تھی پس ایسا ابتلاء جس میں اعزہ کی موت بھی داخل ہو اور

جس کے نتیجہ میں مصداق پیشگوئی کی موت بھی وارد ہو جائے وہ صرف سید احمد خان صاحب کے متعلق ہی رہ جاتا ہے۔

پس پیشگوئی کے یہ الفاظ اس امر کے بیان کرتے ہیں بالکل واضح ہیں کہ سید احمد خان صاحب کو اپنے کسی عزیز کی موت کا صدمہ بھی اٹھانا پڑے گا۔ اور بعض ایسے صدمات سے بھی انہیں دوچار ہونا پڑے گا جو بالآخر ان کی موت کا باعث بن جائیں گے موت تو ہر انسان پر آتی ہے۔ اور سر سید احمد خان صاحب نے بھی آخر مرنا ہی تھا لیکن موت کی نوعیت کی تعیین قریباً ۱۲ سال پہلے کر دینا کہ وہ مصائب کے نتیجہ میں وارد ہوگی۔ اور مصائب بھی ایسے ہولناک جو ان کی تمام صبر و برداشت کی قوتوں کو سلب کر کے انہیں موت کی گھاٹ اتار دیں گی اور پھر اس قسم کی پیشگوئی کا ایسے حالات میں اعلان کرنا جبکہ اس کے وقوع کی بظاہر کوئی صورت نظر نہ آتی ہو اگر ایک طرف یہ سب باتیں مل کر پیشگوئی کی عظمت کو چار چاند لگا دیں تو دوسری طرف خدا کی ہستی اور اسکی صفت مکالمہ مخاطبہ پر جس کے سید صاحب بڑے اصرار سے منکر تھے واضح برہان کا کام دے رہی ہیں اور ساتھ ہی یہ بھی ثابت کر رہی ہیں کہ پیشگوئی کرنے والے کا بھی اللہ تعالےٰ سے خاص تعلق ہے۔

پس اس قدر وضاحت کے ہوتے ہوئے بھی پیشگوئی کے وجود سے انکار کرنا کیا صداقت کا خون کرنا نہیں کاش یہ لوگ تعصب کو دل سے نکال کر حضرت مرزا صاحب کی پیشگوئیوں پر غور کریں تو یقیناً اس نور کے وارث ہو جائیں جس کے متعلق مومنوں کو خدا کی کتاب میں بشارت دی گئی ہے۔

پراپیگنڈا کرنیوالوں کی آڑ پیشگوئی کے وجود کی وضاحت کرنے کے بعد ان الفاظ کا ذکر کر دینا بھی ضروری ہے۔ جن کو پراپیگنڈا کرنے والوں نے اپنے اعتراض کے لئے

آٹھ بنایا ہے اور وہ الفاظ یہ ہیں :۔

"سوائے سید صاحب یہی حادثہ تھا جس کا اس اشتہار میں صریح ذکر ہے چاہو تو قبول کرو والسلام" معترض صاحب کہتے ہیں کہ الفاظ "صریح ذکر ہے" کا مطلب یہ ہے۔ کہ غبن والا صدمہ جو سید صاحب کی زندگی میں ان پر وارد ہو وہ بعینہٖ اشتہار مذکور میں سید صاحب کے متعلق پیشگوئی کی گئی تھی، معترض صاحب کی یہ غلط فہمی ہے، کہ انہوں نے حضرت مرزا صاحب کے کلام کے یہ معنے سمجھے ہیں کہ گویا آپ اشتہار مذکور میں اس خاص واقعہ کے وجود کا ذکر فرما رہے ہیں۔ اس عبارت کا منشا تو صرف یہ ہے کہ اشتہار مذکور میں بالصراحت ایسے حوادث کی خبر دی گئی تھی جو زندگی کے ختم کر دینے کا موجب ہوں گے ورنہ کسی خاص واقعہ کی تعیین کا آپ نے کبھی دعوےٰ نہیں کیا۔ چنانچہ موت کی پیشگوئی کے وقوع میں آجانے کے بعد اسی کتاب میں جس میں سے معترض نے مندرجہ بالا الفاظ نقل کئے ہیں۔ حضور کے یہ الفاظ بھی موجود ہیں :۔

"اب ہم اس اشتہار مورخہ ۱۲ مارچ ۱۸۹۷ء کو جس میں سید احمد خان صاحب کی موت کی نسبت پیشگوئی ہے۔ بعینہٖ اس جگہ درج کر دیتے ہیں۔ اور یہ اشتہار لاکھوں انسانوں میں مشتہر ہو چکا ہے اور ہم بہت سے لوگوں کو قبل از وقت زبانی کہہ چکے ہیں کہ ہمیں خدا تعالےٰ نے معلوم کرا دیا ہے کہ اب عنقریب سید صاحب فوت ہو جائیں گے اور اشتہار ۲۰۔ فروری ۱۸۸۶ء میں بھی اس کی طرف اشارہ تھا۔" تریاق القلوب صلا۱۵

اب انصاف پسند لوگ غور فرمائیں کہ جو شخص اسی کتاب میں ایک صفحہ قبل اس حادثہ کو اشتہار مذکور میں محض اشارہ بتلا رہا ہو وہ ایک صفحہ بعد یہ کس طرح لکھ سکتا ہے

ھ موجود ہونا چاہیے چونکہ اس خاص واقعہ میں اشتہار کا بالکل ذکر نہیں اس لئے یہ کہنا بھی غلط ہے کہ اشتہار مذکور میں

کہ اشتہار میں اس حادثہ کا بعینہٖ ذکر موجود ہے۔ اب ظاہر ہے کہ جبکہ ایک خاص نوعیت کے حوادث یعنی ایسے حوادث جن کا انجام موت ہو پیش آنے کی خبر قبل از وقت موجود ہے۔ تو سید صاحب کی زندگی میں جو حادثہ بھی اس نوعیت کا وقوع میں آئے گا اس کے متعلق بغیر مبالغہ کے یہ کہنا بجا ہوگا کہ اسی حادثہ کے متعلق اشتہار مذکور میں پیشگوئی کی گئی تھی۔ اسی طرح مارچ کے بعد مئی ۱۸۹۷ء میں اپنی کتاب سراج منیر میں بھی یہی فرماتے ہیں :-

"سید احمد خاں صاحب کے۔سی۔ایس۔آئی کی نسبت خدا تعالےٰ سے الہام پاکر اشتہار ۲۰۔فروری ۱۸۸۶ء میں پیشگوئی کی گئی تھی کہ ان کو کوئی سخت صدمہ پہنچنے والا ہے"

اب دیکھ لو کہ یہاں بھی صرف یہی کہا ہے۔ کہ اشتہار میں کسی سخت صدمہ کے پہنچنے کی پیشگوئی کی گئی تھی صدمہ کی تعیین کا قطعاً دعوےٰ نہیں کیا گیا اسی طرح تریاق القلوب کے صفحہ ۱۵۱ پر بھی اسی امر کا اعادہ کیا گیا ہے فرماتے ہیں :-

"اور مجھ کو اچھی طرح بتلایا گیا کہ سید صاحب ایک شدید غم اٹھانے کے بعد جلد فوت ہو جائیں گے"

اس تحریر میں بھی شدید غم کا ہی ذکر ہے تعیین کا دعوےٰ نہیں۔

اب ان تینوں حوالوں سے واضح ہے کہ حضور جس جگہ بھی سید صاحب کے متعلق پیشگوئی مندرجہ اشتہار ۲۰۔فروری ۱۸۸۶ء کا ذکر کرتے ہیں۔ یہی فرماتے ہیں کہ ان کو ایسے سخت صدمہ پہنچنے کی پیشگوئی اشتہار مذکور میں کی گئی تھی جو ان کو موت سے ہمکنار کر دینے والا ہوگا اور اس میں شک نہیں کہ اشتہار مذکور میں ایسے ابتلاء کا واضح الفاظ میں ذکر موجود ہے۔ جس کا نتیجہ موت ہوگا اور ایسا ہی وقوع میں آیا یعنی سید صاحب اپنی آخری عمر میں ایسے ہموم و غموم

میں مبتلا ہوئے کہ جنہوں نے جان لینے کے بعد ہی ان کا پیچھا چھوڑا پس ثابت ہوا کہ یہ اعتراض محض غلط فہمی نہیں بلکہ کم فہمی پر مبنی ہے۔ ورنہ نفس پیشگوئی کا وجود اشتہار مذکور میں اور اس کا پورا ہونا واقعات کی رو سے روز روشن کی طرح ثابت ہے۔ باقی رہا یہ کہ نام کیوں ذکر نہیں کیا۔ سو اس کی وجہ میں پہلے بتلا آیا ہوں کہ بغیر اجازت کے نام نہیں دیا جا سکتا تھا لیکن یہ بھی یاد رہے کہ کسی شخص کی تعیین صرف اس کے نام سے ہی نہیں ہوتی بلکہ بعض اوقات ان صفات سے بھی ہو جاتی ہے۔ جو اس کے ساتھ مخصوص ہوں چنانچہ اشتہار میں تین ایسی صفات بیان کر دی گئی ہیں جن کا مصداق اس زمانہ میں بجز سید صاحب کے اور کوئی نہ تھا (۱) مسلمان ہونا (۲) فلاسفر ہونا (۳) ستارہ ہند کے خطاب سے ممتاز ہونا۔ پس جب ان صفات نے سید صاحب کی تعیین کر دی تو اس غرض کے لئے نام کی کیا ضرورت تھی۔

واقعات سے پیشگوئی کے پورا ہونے کا ثبوت اشتہار میں پیشگوئی کے وجود کو ثابت کرنے کے بعد اب میں یہ بتلانا چاہتا ہوں کہ واقعات اس پیشگوئی کے پورا ہونے کے متعلق کیا شہادت دیتے ہیں۔ یعنی وہ صدمات جو سید صاحب کو پہنچے کیا وہ فی الحقیقت وہی ان کی زندگی کے ختم کرنے کا موجب ہوئے ہیں یا نہیں سو اس کے متعلق ہمیں دور جانے کی ضرورت نہیں خود ان کے دوستوں کی شہادت ہی اس بات کے ثابت کرنے کے لئے بڑی زبردست اور ناقابل تردید دلیل ہے۔

مولانا الطاف حسین صاحب حالی پانی پتی سید صاحب کے خاص معتقدین و مخلصین میں سے تھے انہوں نے سید صاحب کی زندگی کے حالات اپنی کتاب "حیات جاوید" میں قلمبند کئے ہیں۔ انہوں نے تین صدمات کا ذکر کیا ہے۔ جو آخری عمر میں یکے بعد دیگرے سید صاحب کو پہنچے۔ ان صدمات کا سید صاحب کی صحت پر کیا اثر پڑا یہ انہیں کے الفاظ

ہیں سن لیں۔ ایک چوتھا صدمہ لڑکے کی وفات کا بھی ہے۔ اسے نہ معلوم وہ کیوں چھوڑ گئے ہیں۔ بہرحال پیشگوئی میں کسی عزیزہ کی موت کا بھی ذکر ہے، جس نے وقوع میں آکر پیشگوئی کے اس حصہ کی صداقت کو بھی ثابت کر دیا۔

پہلا صدمہ اور اس کا اثر سید صاحب کے ٹرسٹی بل پر مولوی سمیع اللہ خان صاحب اور بعض دیگر ممبروں نے اس بل سے اس قدر شدید اختلاف کیا کہ کالج سے اپنا تعلق بالکل قطع کر لیا اور باوجود سید صاحب کی انتہائی کوشش کے وہ اس بے تعلقی پر آخر دم تک قائم رہے اس واقعہ سے سید صاحب کو جو صدمہ پہنچا اس کے متعلق حالی صاحب لکھتے ہیں:۔

"اگرچہ سرسید چالیس برس برابر طرح طرح کی مخالفتیں جھیلتے رہے مگر کوئی مخالفت ان کو ایسی شاق نہ گذری جیسی کہ مولوی سمیع اللہ خاں اور ان کی پارٹی کی مخالفت جس سے فی الواقعہ ان کا حوصلہ تنگی کرنے لگا اور صبر و تحمل کا دامن ان کے ہاتھ سے چھوٹ گیا اول تو وہ مولوی سمیع اللہ خاں صاحب کو اپنا قوت بازو سمجھتے تھے جن سے کالج اور بورڈنگ کے انتظام اور نگرانی میں انہیں بے انتہا تقویت پہنچتی تھی اور ایسے عزیز دوست اور مددگار سے ایسی سخت مخالفت کا ظہور میں آنا فی الواقع ناقابل برداشت تھا دوسرے ان کی مخالفت انہیں کی ذات تک محدود نہ تھی بلکہ کالج کے بہت سے معاون ان کے ساتھ ہو گئے تھے اور اس لئے سرسید کو اندیشہ ہو گیا تھا کہ کہیں چلتی گاڑی میں روڑا نہ اٹک جائے چنانچہ انہیں دنوں میں جو انہوں نے ایک نہایت پرجوش آرٹیکل علی گڑھ گزٹ میں شائع کیا تھا اور جس میں ٹرانس چل کر ڈ ڈ ٹل

لڑنے کا چیلنج دیا گیا تھا۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے۔ کہ سرسید کے دل
کی اس وقت کیا حالت تھی۔" (حیات جاوید طبع ثانی ص۱۹۲ و ۱۹۳)
صدمہ اور اس کی اہمیت اور سید صاحب کے دل پر اس کے اثر کا جو نقشہ مندرجہ بالا
تحریر میں کھینچا گیا ہے۔ وہ اس قدر واضح ہے۔ کہ اس پر بظاہر کسی تبصرہ کی ضرورت نہیں
کیا ڈوئل کا چیلنج اس پر واضح دلیل نہیں کہ صدمہ کے اثر سے وہ آپے سے بالکل باہر ہو
گئے تھے۔

دوسرا صدمہ اور اس کا اثر | دوسرا صدمہ سید صاحب کو کالج کے فنڈ
میں سے ایک لاکھ پانچ ہزار چار سو نو روپیہ کے غبن کا پہنچا۔ اس کا آپ کے دل پر کیا اثر
ہوا اس کو بھی حالی صاحب کے الفاظ میں ہی سن لیں۔

"۱۸۹۵ء میں ان کو کالج کی بدولت ایک ایسا دھچکا لگا جس کا صدمہ اخیر
دم تک فراموش نہیں ہوا۔" (ایضاً ص۱۹۵)

"سرسید کا اس رنج میں گویا کام ہی تمام ہو گیا۔" ص۱۹۷

"اگرچہ اس صدمہ کا اندازہ کرنا نہایت مشکل ہے۔ جو اس غبن فاحش سے
سرسید کے دل پر گذرا ہوگا انھوں نے بہیوں بہیوں تالاب بھرا تھا اور
قطرہ قطرہ اوس جمع کرکے قوم کی پیاس بجھانے کا سامان کیا تھا۔"
ایضاً ص۱۹۷

تیسرا صدمہ اور اس کا اثر | تیسرا صدمہ سید صاحب کو ان کے لڑکے
کی طرف سے پہنچا۔ اس صدمہ نے ان کی رہی سہی ہمت کو بھی سلب کر لیا چنانچہ حالی صاحب
اس کے متعلق لکھتے ہیں:۔

"افسوس ہے کہ واقعہ غبن کی خلش سے ابھی نجات نہ ہوئی تھی کہ ان کو ایک ایسی لاعلاج مصیبت پیش آئی جس کا اعادہ کرنا اس سے زیادہ سخت مصیبت ہے۔ مختصر یہ ہے کہ ۱۸۹۷ء کے نصف اخیر میں اس کے بیٹے کی علالت اور سوء مزاج نے جس پر نہ صرف باپ کو بلکہ تمام قوم کو فخر تھا سرسید کو آرے کی طرح بٹھا دیا گو بظاہر وہ اس مصیبت کو اخیر دم تک نہائت صبر اور خاموشی کے ساتھ اور ایسے تحمل کے ساتھ جس کی نظیر ملنی مشکل ہے برابر جھیلتے رہے۔ مگر یہ صدمہ اندر ہی اندر کام تمام کرتا جاتا تھا جو تلخ اور ناگوار حالت اس زمانہ میں ان پر گذری اس کا کسی قدر اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ مرض الموت میں ایک بڑے ڈاکٹر نے ان کے ملاحظہ کے بعد لوگوں سے کہا کہ اگر یہ صدمہ ان کو نہ پہنچتا تو اُن کے قویٰ ایسے عمدہ تھے کہ پندرہ بیس برس تک اور زندہ رہ سکتے تھے" ص۲۰۱

پھر لکھتے ہیں :۔

"مرنے سے دو ڈیڑھ مہینہ پہلے اُن کو چپ لگ گئی تھی" ص۲۰۲

یہ تکلیف اس حد تک شدت اختیار کر گئی تھی کہ آخر

"مرنے سے دس بارہ روز پہلے حالت صحت میں وہ سید محمود کی کوٹھی سے اُٹھ گئے تھے" ص۲۰۲

پھر ص۱۴۱ پر لکھتے ہیں :۔

"افسردہ دلی اور انقباض کی وجہ سے جس کی نوبت آخر کو مرض الموت تک پہنچ گئی"

پھر لکھتے ہیں :۔

"اگرچہ سرسید پیاس زمانہ میں ہجوم رنج والم کے سبب ایسا سکتہ کا عالم طاری تھا کہ وہ بالکل نقش بر دیوار بن گئے تھے" صہ ۹۵

سید صاحب کی موت میں دوسروں کے لئے سبق حضرت مرزا صاحب نے تو اپنے اشتہار ۱۲ مارچ ۱۸۹۷ء میں صرف لڑکے کی وفات اور غبن کے صدمہ کا ہی ذکر کیا ہے، کیونکہ آخری صدمہ جو درحقیقت ان کی زندگی کو ختم کرنے کا موجب ہوا ہے۔ وہ جولائی ۱۸۹۷ء میں پیش آیا لیکن حضرت مرزا صاحب کے خدا کو تو علم تھا کہ اب سید صاحب کو ایسا صدمہ پہنچنے والا ہے جو پہلے صدموں کے ساتھ مل کر ان کی زندگی کو ختم کر دے گا۔ اس لئے اس نے ۱۲۔ مارچ کو ہی آپ سے ان کی موت کی پیشگوئی کرادی اور پھر اس کے اسباب بھی ان کے اپنے لڑکے کے ہاتھ سے ہی پیدا کرادئیے اور اس طرح سے ثابت کر دیا کہ سید صاحب خدا کے جس مکالمہ مخاطبہ سے تمام عمر منکر رہے ہیں وہ کیسا برحق اور یقینی الثبوت ہے۔ کاش ان کی اس عبرتناک موت سے دوسرے لوگ سبق حاصل کریں اور خدا کے مامور کی مخالفت کو چھوڑ کر اس کے دامن سے اپنے آپ کو وابستہ کر لیں کیونکہ بجز اس کے اب اللہ تعالیٰ کی حقیقی معرفت اور قرآن کریم اور محمد رسول اللہ صلعم کی رسالت پر مبنی بر بصیرت ایمان حاصل کرنے کا اور کوئی ذریعہ نہیں۔

والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

خاکسار

شیخ عبدالرحمان مصری افسر شعبہ دعوت و ارشاد

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور